www.novelsclubb.com
زمھریر
ناولز کلب
عمارہ حسین
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

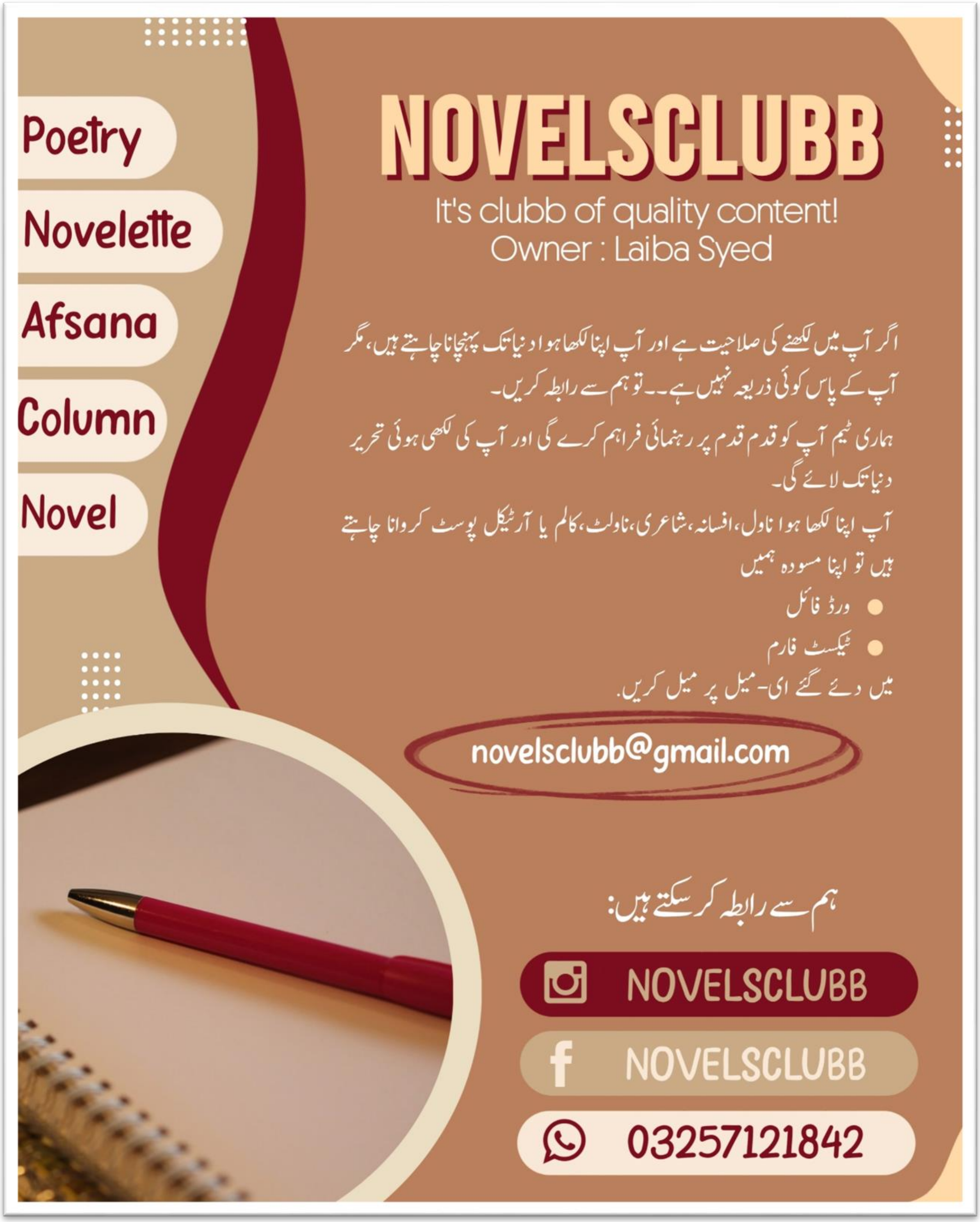
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیے گئے ای-میل پر میل کریں۔
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

زمہریر

از قلم

عمارہ حسین

www.novelsclubb.com

چھٹا باب:

دُشنہِ پنہاں

"اگر میں کہوں کہ یہ دنیا کسی اور دنیا کا جہنم ہے۔"

اتوار کی شام

آسمان پر پھیلتا جامنی رنگ ابھی کھلتا ہوا تھا، اسے سیاہی میں بدلنے میں کچھ دیر لگنی تھی۔ چند سیاہ عقاب بادلوں کے سفید دھنوؤں میں اوپر کبھی نیچے اڑانیں بھر رہے تھے۔ ہر اڑان کے ساتھ وہ اپنی مخصوص صدا لگاتے جو فضا میں دور تک بازگشت کر جاتی۔ ان کی عقابی نظروں نے نیچے بہت نیچے شہر موسٹر کے جنگلات کے قریب اس بڑی سی شفاف پانی کی جھیل کے قریب کسی سائے کو بے تابی سے منڈلاتے دیکھا۔ عقاب نے فضا میں ایک اور اڑان بھری، اور اس دفعہ اس کی نظریں سیاہ سانپ نما بل کھاتی سڑک پر تھیں، جس پر چلتی سفید رنگ کی گاڑی تیزی سے جھیل کی جانب بڑھ رہی تھی۔ دفعتاً جیسے اس سائے نے کسی کی آمد کو بھانپ لیا ہو، وہ کچھ دیر

وہیں ٹھہرا رہا گویا کچھ سونگھ رہا ہو، اور پھر اسی لمحے وہ تناور درختوں کے کسی جھنڈ میں غائب ہو گیا

۔شائد وہ سامنے نہیں آنا چاہتا تھا، ان تناور درختوں کے جھنڈ میں سبز پتوں سے لدی ٹہنیوں اور

شاخوں کے بیچ سے وہ جھیل کو بنا کسی رکاوٹ کے دیکھ پا رہا تھا۔اس کے کانوں نے گاڑی کے

انجن کی ہلکی ,نہ ہونے کے برابر آواز سنیں اور پھر دروازے کھلے اور بند ہو گئے۔ جھیل کنارے

قدموں کی آواز نے ارتعاش پیدا کیا۔

"تم مجھے اس طرح اچانک کہیں بھی پہنچ کر ڈکٹیٹ نہیں کر سکتے، داؤد سلطان"

درخت کے تنے پر رکھا سائے کا ہاتھ، نسوانی آواز میں آتی اس نام کی صدا پر ایکدم پیچھے کو ہوا،

اس کے کان کھڑے ہوئے۔

"تم یہاں آکر میری مدد کر رہے ہو، لیکن اس کے علاوہ میرا اور تمہارا کوئی تعلق نہیں۔۔"

"تمہیں لگ رہا ہے میں تم سے تعلق بنانے کی کوشش کر رہا ہوں" جیکٹ کی جیبوں میں

ہاتھ پھنسائے اس نے جھیل کو جائزہ لیتی نظروں سے دیکھا۔ گویا فضا میں چھائی پر اسراریت کی

وجہ کھوج رہا ہو، پھر اس کی نظریں جھیل سے ہٹ کر زمین پر پھیلے پتھروں پر پڑیں، دور تک پھیلے

پتھر ہموار تھے لیکن بیچ میں کسی جگہ ناہموار پتھروں کی ایک قطار سی تھی جو گھنے درختوں تک جاتی تھی۔

"مجھے لگ نہیں رہا یہ سچ ہے۔۔۔کوئی بھی اجنبی ایسی حرکت کرے گا تو سامنے والا یہی سمجھے گا" وہ تلملائی۔

"کیا تمہیں لگتا ہے ہم اب بھی اجنبی ہیں۔۔۔"ناہموار پتھروں کے ساتھ ساتھ چلتے وہ ایک دم بولتے ہوئے رکا اور پھر اس کی جانب پلٹا، جو سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے تنے ہوئے چہرے اور ناپسندیدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میرا مطلب ہے مجھے لگتا ہے شائد ہم ماضی میں پڑوسی یا رشتے دار رہے ہوں، تمہارے دادا کے توسط سے بول رہا ہوں، وہ میرے گارڈین تھے اس لئے۔۔باقی تم کچھ غلط مت سمجھنا ۔۔۔لڑکیاں بہت جذباتی ہوتی ہیں بہت جلد امیدیں وابستہ کر لیتی ہیں۔۔میں تم میں زیرو پرسنٹ بھی انٹرسٹڈ نہیں پہلے سے بتا رہا ہوں" ہاتھ اٹھا کے جیسے اس نے مستقبل کے کسی بھی الزام سے خود کو بری کیا۔ وہ پیر پٹختی ہوئی سینے پر ہاتھ لپیٹے اس کے قریب آئی۔

”مجھے تم جیسے مغرور۔۔اور خود کو کچھ سمجھنے والے سیلف سینٹرڈ لوگ سخت زہر لگتے ہیں۔“

اس کا چہرہ غصے سے سرخ سا ہوا۔”اگر تمہیں لگتا ہے کہ لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں تو وہ تمہارا اپنا تجربہ ہے، میں اور میری جیسی لڑکیاں تم جیسے قاتلوں کو پسند کرنے کے بجائے پولیس کے حوالے کرنا پسند کریں گی“

”قاتل؟؟؟۔۔۔۔وہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ماتھے پر بل سے نمودار ہوئے۔وہ اس کو ٹھٹکتے دیکھ کر استہزائیہ مسکرائی اور پھر سر جھٹک دیا۔اب وہ زمین سے گول چپٹے پتھر اٹھا رہی تھی۔

”تم سے یہ کس نے کہا ہے۔۔۔؟؟“

”مجھے بھی ویسے ہی سب معلوم ہو جاتا ہے جیسے تم میری لوکیشنز کا پتا لگا لیتے ہو“

وہ کچھ دیر وہیں ٹھہرا اسے پتھر جمع کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔وہ جانتا تھا وہ کیا کرنے والی تھے۔ وہ خود بھی پانی کے کنارے اکثر اوقات پتھر اکھٹے کر کے انہیں پانی پر پھینکتا اور دور تک سفر کرتے دیکھتا جاتا تھا۔

”ہوں۔۔۔تو پھر تمہیں مجھ سے اچھے رویے میں بات کرنی چاہئے، مجھے غصہ بھی آسکتا ہے“

وہ پتھر اٹھاتے اٹھاتے اس کی بات پر الجھی۔ پھر گردن موڑ کے اسے دیکھا۔ داؤد سلطان کا رخ اسی جانب تھا۔

"میں غصہ برداشت نہیں کر سکتا" اس کے چہرے کے تاثرات سرد ہوئے۔ لہجے کی گرمائش ٹھنڈی پڑتی گئی۔ اس کے قدم پریسہ کے جانب آہستگی سے بڑھنے لگے۔

"اسی لئے میں غصہ دلانے والے کو ہی ختم کر دیتا ہوں"۔۔۔

"اس کے ہاتھوں میں جمع کئے ہوئے پانچ چھ پتھر چھوٹ کر اس کے جوتوں پر گرے۔ ہرنی جیسی آنکھوں میں خوف سا امڈ آیا۔ وہ اتنی جلدی خوفزدہ ہونے والے لوگوں میں سے نہیں تھی۔ لیکن اس کے قریب کھڑا یہ شخص کچھ دیر پہلے والے شخص سے یکسر مختلف تھا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔ وہ اس کے خوفزدہ چہرے پر نظریں ٹکائے ہوئے تھا اور وہ ہیجان زدہ بنا سانس لئے اسے تک رہی تھی۔

"آئندہ مجھے قاتل مت کہنا۔۔ ورنہ میں تمہاری بات سچ ثابت کر دوں گا" اس کے چٹختے سرد لہجے نے پریسہ کنعان کے جسم میں سرسراہٹ سی پھیلا دی۔ وہ اس کے بے ساختہ بدلتے لہجے پر ہڑبڑائی تھی۔ وہ کچھ دیر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"تو یہاں تمہیں کیسی مدد چاہئے تھی" کچھ دیر قبل والی ٹون واپس لوٹ آئی تھی۔ جیسے اس نے کچھ دیر پہلے کچھ سخت کہا ہی نہ ہو۔ وہ جو کچھ فاصلے پر ہاتھ سینے پے باندھے اس سے بے نیازی برتنے کی کوشش کئے کھڑی تھی۔ اس نے اس کے لہجے پر آنکھوں میں اڈتی نمی کو چھپانے کے لئے اس کی طرف سے منہ موڑ دیا، سختی سے پلکیں زور زور سے جھپکیں۔ پھر گلہ کنکھارتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

"مجھے یہاں ایک شخص ملا تھا، اور اس نے مجھے کہا تھا کہ جس شخص کے پاس تمہاری ماں کی ڈائری ہے، میں اسے اس کے پاس یہاں جھیل لے آؤں۔۔۔ وہ یونہی ایک دم سے آن وارد ہوا تھا، اور پھر اسی طرح ایک دم غائب ہوا تھا۔۔۔" وہ خاموش ہوئی پھر اس نے پیچھے درختوں کے جھنڈ کو دیکھا۔ ایک عجیب سا احساس فضا میں پھیل گیا تھا۔

"کچھ بتایا اس نے کہ وہ یہیں کیوں ملنا چاہتا ہے" وہ گہرے آنکھیں چھوٹی کئے اس کے چہرے کے تاثرات کھوج رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔"

"اوکے۔۔۔"شانے اچکائے۔"کرتے ہیں پھر انتظار۔۔۔"اس نے اسے دیکھا تھا اور پھر تالاب کی جانب آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا گیا۔پریسہ اس کے مخالف موجود گھنے درختوں کے جھنڈ کی جانب بڑھی، پھر اس نے ان میں سے ایک درخت کے تنے پر ہاتھ پھیرا۔(نجانے وہ نشان جو اس دن اس نے ان درختوں پر لگائے تھے کیسے غائب ہوئے تھے۔۔)اس کی آنکھیں پر سوچ ہوئیں۔قدرت شائد اسے کچھ بتانا چاہتی تھی، لیکن وہ یہ سب سمجھنے سے قاصر تھی، جس زبان میں قدرت اس سے بات کر رہی تھی وہ اس جادوئی زبان سے نابلد تھی۔اس نے ایک تھکی ہوئی سانس خارج کی اور وہیں اس درخت کے تنے سے ٹیک لگا کے کھڑی ہو گئی۔اس سے چند قدم دور کھڑے داؤد نے جھیل میں ایک گول چپٹا سا پتھر پھینکا تھا۔جو اچھل اچھل کر پانی پر تیزی سے چھپاکے مارتا دور ہوتا چلا گیا، جہاں جہاں سے وہ گزرتا گیا تھا وہیں گول دائیرے بناتی لہریں چھوڑ گیا۔پریسہ نے سرخ کوٹ کی جیب سے وہی نوٹ بک اور پین نکالا جو اس نے لائبریری میں خریدے تھے۔اس نے لائبریری جاتے وقت اسے جیب میں یونہی ڈال دیا تھا۔ وہ نوٹ بک کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔اس کا دل کسی بھاری بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔کبھی کبھار انسان ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ کچھ سمجھ نہیں پاتا۔اپنا آپ ہی اجنبی لگتا ہے۔اپنے آپ کو سمجھنا

دوسرے لوگوں کو سمجھنے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ایسے ہی کبھی کبھار جب وہ اپنے خیالات کی کسی الجھی ہوئی گتھی کو سلجھا نہیں پاتی تھی تو کاغذ اور قلم اس کے دوست بن جاتے تھے۔اس نے درخت کے تنے کے قریب زمین کا جائزہ لیا،اور پھر وہیں بیٹھ گئی۔تنے سے ٹیک لگائے اس نے گھٹنوں پر نوٹ بک رکھی، پھر یونہی وہیں بیٹھے بیٹھے اس نے چہرہ اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔ اگر وہ یہاں بیٹھ کر روز کچھ لکھتی تو کتنا پر سکون رہتی۔ سوزین کی باتیں اس کے دل پر لگیں تھیں، لیکن ناکام ہونے کا ڈر مستقل دل میں تھا۔اسے ایکدم اپنا مینیو سکرپٹ یاد آیا جسے اس نے اسی جھیل کے کنارے جلا ڈالا تھا۔۔ابھی بھی اس نے پین کا ڈھکن کھولا تھا۔پھر ایک ہاتھ میں نوٹ بک تھام کے اس پر کچھ لکھنے لگی۔ کبھی کبھار اس کا یونہی دل چاہتا کچھ بھی لکھ ڈالنے کا، ابھی بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔اس نے پہلے پین چیک کرنے کے لئے سفید بے داغ نئے نکور کاغذ پر چند آڑھی ترچھی لکیریں کھینچیں۔ پھر لکھنا شروع کیا۔اس وقت اس کا ذہن صرف اپنی ذات کے گرد گھوم رہا تھا۔اسے اندازہ تھا کہ وہ اپنے آپ سے واقف نہیں تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کے اگر تقدیر اسے کبھی کسی دوراہے پر لا کھڑا کرے تو وہ آسانی سے کوئی ایک راستہ چن پائے گی یا نہیں۔

www.novelsclubb.com

یا پھر کوئی بھی راستہ چننے کے بجائے پیچھے ہٹ جائے گی، کیونکہ نئے راستوں کے انہونے نتائج اسے ہمیشہ ڈراتے تھے۔اس کی آنکھوں میں ایک حسرت سی ابھری۔

(کاش دنیا میں ہر شخص کے نام کی ایک کتاب ہوتی اور اس شخص کے بارے میں سب کچھ اس میں لکھا ہوا ہوتا۔اس میں ہر راستے کا تعین ہوتا۔) سوچتے ہوئے وہ افسردگی سے پھیکا سا مسکرائی۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ کو نئے صاف صفحات پر پین تھامے چلنے دیا۔

"اگر میرا ہر لفظ چابی ہو، تو میں اس سے ان بند دروازوں کو کھولنا چاہوں گی جو میری شخصیت کے رازوں تک جاتے ہیں" اس نے آخری لفظ لکھا تھا۔آسمان پر چھائے سرمئی بادل زور سے گرجے اور ساتھ ہی اسی پل پانی کے زوردار چھپاکے کی آواز فضا میں گونجی۔اس نے آواز پر تیزی سے نوٹ بک سے نگاہیں اٹھائیں۔اس سے ذرا فاصلے پر جھیل کے پانی میں اچانک ہلچل سی مچی تھی، جہاں کچھ دیر قبل داؤد سلطان کھڑا تھا، وہاں اب کوئی نہیں تھا۔وہ نوٹ بک اور پین جیب میں ڈال کے تیزی سے تالاب کی جانب لپکی۔وہاں داؤد کا کوئی نام ونشان تک نہ تھا۔جس جگہ وہ کھڑا تھا وہ حواس باختگی سے بھاگتی ہوئی وہیں آکھڑی ہوئی تھی۔پھر وہ چند قدم چلتے جھیل میں آگے بڑھی، جہاں چند لمحے پہلے پانی کی ہلچل تھی۔پانی اس کے گھٹنوں سے نیچے تھا۔وہاں ڈوب

جانے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔اس نے ایک طائرانہ ہیجان زدہ نگاہ تالاب پر ڈالی اور پھر حلق کے بل چیختے ہوئے اس کا نام پکارا،اس کے آواز کی بازگشت دور تک پھیلتی گئی۔اسے چند لمحوں تک اپنی ہی آواز آس پاس گونجتی سنائی دی۔درختوں کی جھنڈ میں پتوں سے بھری پتیوں پر بارش کی بوندیں ٹپ ٹپ کرتی تیزی سے گرنے لگیں۔آنکھوں میں اچانک پڑنے والی اس افتاد پے خدشات کے طوفان اٹھ رہے تھے۔وہاں چھائے اندھیرے میں کھڑے سائے نے اس منظر کو دیکھا تھا اور ششدر رہ گیا۔پریسہ کا سرخ کوٹ گھٹنوں سے نیچے پانی سے گیلا ہو چکا تھا۔(کیا یہ اسی نے کیا تھا،اس اجنبی شخص نے جو اس دن جنگل میں آن وارد ہوا تھا۔)اس نے سوچا اور پھر وہ ٹھٹکی۔(لیکن اگر اس شخص نے کیا ہے تو وہ سامنے کیوں نہیں آتا۔)تالاب میں کھڑے کھڑے اس نے دونوں ہاتھ پریشانی میں اپنے سر پر رکھے۔برف کی مانند ٹھنڈا پانی اس کے جوتے گیلے کر کے جیسے اس کے پاؤں منجمند کرتا جا رہا تھا۔اس نے ایک دم سر اٹھا کے سرمئی آسمان سے گرتی بوندوں کو دیکھا۔بجلی چمکی اور بادل پھر سے گرجے،وہ کچھ فاصلے پر کھڑی داؤد کی گاڑی کی جانب لپکی۔دروازے لاکڈ نہیں تھے۔وہ عجلت سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی۔بارش زور پکڑتی جا رہی تھی،شیشے پر پانی کی موٹی لکیریں پھسلتی جاتیں تھیں۔اکیلے پن اور خوف کے

احساس نے اسے بری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔اس نے جوتے اتارے۔پاؤں ٹھٹھر رہے تھے۔دفعتاً گاڑی میں فون کی انجان سی گھنٹی بجنے لگی۔(شائد داؤد سلطان کا فون بج رہا تھا)اس نے ادھر ادھر جھانکا۔ڈیش بورڈ کے نیچے اس کا فون سفید وائر سے کنکٹڈ تھا۔شائد چارج کرنے کے لئے رکھا گیا تھا۔اس نے وائیر نکال کے فون ہاتھ میں لیا۔وہاں سکرین پر طارق کالنگ ۔۔ جگمگا رہا تھا۔اس نے کال پک کی، چہرہ کسی طوفان کی زد میں تھا۔

"ہیلو باس۔۔۔"اس کے کانوں سے کوئی جانی پہچانی آواز ٹکرائی۔اس نے پہچاننے میں کچھ وقت لیا۔زہن میں جھماکا ہوا۔یہ اسی شخص کی آواز تھی جو اس سے ہوٹل گرینڈ میں ملا تھا۔لیکن وہ ایکدم چونکی۔(وہ اسے یہاں آنے کا نہیں بتا سکتی تھی،اس کی بات پر کوئی یقین نہیں کرتا)اس نے گڑبڑاتے ہوئے فون بند کیا۔گھنٹی پھر بجنے لگی۔اسے کوئی جھوٹ گھڑنا تھا۔وہ اس جگمگاتے نمبر کو دیکھنے لگی۔اس نے کھڑکی کے پار جھیل پر ہلچل مچاتی بارش کو دیکھا۔

(کیا وہ ٹھیک ہوگا۔۔۔؟؟)دل پے لدا بھوج کچھ اور بڑھنے لگا۔کچھ سوچ کے اس نے کال اٹھائی۔گاڑی میں گھنٹی کے باعث پھیلتا ارتعاش ختم ہو چکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہیلو۔۔۔سر۔۔۔" دوسری جانب طارق نے نسوانی آواز پہ بے یقینی سے فون کو دیکھا۔ داؤد کے فون سے لڑکی کی آواز۔۔۔اور ایک دم اسے جھٹکا لگا۔اور آواز "پریسہ کنعان" کی۔اس نے گردن پر ہاتھ پھیرا۔یہ اس کا باس کیا کر رہا تھا۔اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ پھیلی۔جو کے پریسہ کنعان کے اگلے جملے نے رفو چکر کر دی۔

"سر۔۔کیا آپ مجھے سن رہے ہیں۔۔۔آپ کے باس مجھے یہاں اکیلا چھوڑ کے چلے گئے ہیں، بارش ہو رہی ہے اور میں شہر موسٹر کے جنگل کے بیچ و بیچ ہوں" اس نے ایک ہی سانس میں جلدی جلدی کہا تھا۔

"کیا۔۔۔؟؟ چھوڑ کے چلے گئے؟؟ کیا مطلب۔۔۔آپ لوکیشن بھیجیں مجھے۔۔ لیکن شائد وہ کچھ دیر تک آجائیں آپ انتظار۔۔۔"

نہیں پلیز مجھے یہاں ڈر لگ رہا ہے۔۔۔میں ان کی گاڑی میں ہوں"

"میں کچھ کرتا ہوں۔۔۔۔آپ لوکیشن بھیجیں۔؟" اس نے فون رکھا۔وہ اپنا موبائل تک گاڑی میں چھوڑ گیا۔یہ کیسے ممکن تھا۔وہ شش و پنج کا شکار ہوا۔

www.novelsclubb.com

پریسہ نے اپنے فون سے جلدی سے طارق کے نمبر کی تصویر لی تھی۔ مبادا داؤد کا فون بند نہ ہو جائے، کیوں کے اس پر لگے لاک کی وجہ سے وہ اسے کھول نہ پاتی۔ اس نے اس نمبر پر لوکیشن بھیجی، اور دوسری جانب طارق لوکیشن ملتے ہی گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔ یہ بندہ اس لڑکی کو لے کے وہاں کرنے کیا گیا تھا۔ وہ یہ بات مان ہی نہیں سکتا تھا کے وہ اس میں انٹرسٹڈ تھا۔ اس کے لئے یہ گدھے کے سر پر سینگ دیکھنے کی خواہش کرنے والی بات ہو جاتی۔ اس کی گاڑی مختلف موڑ مڑتی تیزی سے جنگل کی جانب بڑھ رہی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد جب وہ گاڑی سے اتر رہا تھا تو اس نے سیاہ چھتری سر پر تانی ہوئی تھی۔ بارش مستقل برس رہی تھی۔ گاڑی کے شیشے پر انگلی کی پشت سے دستک دے کر طارق نے اندر دیکھنا چاہا۔ سردی کے اور شیشے پر برستے ٹھنڈے پانی کے باعث گاڑی کا شیشہ دھندلا یا ہوا سا تھا۔ اندر بیٹھی پریسہ کا چہرہ پریشانی کی تصویر بنا ہوا تھا، آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں تھیں۔ اس کی بھیگی لٹیں چہرے سے چپکی ہوئی تھیں جو باہر بارش میں چند ساعتیں کھڑے ہونے کے باعث نم ہو گئی تھیں۔ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ اور طارق پر نظر پڑی جس کے چہرے پر حیرت اور الجھن کے ملے جلے تاثرات تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کس طرف گیا تھا وہ۔۔؟؟"سوالیہ نظروں سے پہلے اسے دیکھا، پھر ارد گرد نظریں دوڑائیں۔ چھتری سے پانی کی دھار بہتی زمین پر گر رہی تھی۔ جھیل کے پانی پر تڑاتڑ گرتی بارش شور مچا رہی تھی، اور درخت ہوا کے باعث جھومتے خوفناک سے لگتے تھے۔

"پتہ نہیں میں جھیل کے پاس تھی، پیچھے دیکھا تو کوئی نہیں تھا، آپ کے باس واقعی تہذیب سے عاری انسان ہیں"کوٹ کو اپنے گرد لپیٹ کے سردی سے بچنے کی کوشش کرتے اس نے نظریں ادھر ادھر بھٹکائیں۔(اب کچھ نہ کچھ تو بولنا ہی تھا۔۔۔)

"ٹھیک ہے آپ میرے ساتھ گاڑی میں آجائیں، باس کی گاڑی میں ادھر ہی چھوڑ دیتا ہوں، "

"لیکن یہ ان لاکڈ ہے چوری نہیں ہو جائے گی"اس نے گاڑی سے اترتے اپنا خدشہ ظاہر کیا

۔

طارق نے دوسرے ہاتھ میں تھامی دوسری چھتری اس کے حوالے کی جسے ٹھنڈی ہوا اور بارش کے زور سے کپکپاتے اس نے عجلت سے کھول کے سر پر تان لیا۔

"نہیں ہو گی، میں لاک کر رہا ہوں اسے، باس آئے گے تو ان کے فنگر پرنٹ سے ان لاک ہو جائے گی"۔۔

"اوہ۔۔ صحیح" اس نے سمجھتے ہوئے ہوئے سر ہلایا۔(اب گاڑیاں بھی فنگر پرنٹ سے ان لاک ہوتی ہیں، وہ گاڑی تھی بھی لکژری شائد تبھی اس میں ایسے فیچرز تھے۔) کالے برستے آسمان تلے چند قدم کے فاصلے پر طارق کی لائی ہوئی گاڑی کی زرد ہیڈ لائٹس نے اس جگہ روشنی پھیلائی ہوئی تھی۔ گاڑی کی طرف بڑھتے چھتری تھامے اس نے ایک لمحے کے لئے جھیل کے پانی کی جانب پلٹ کے دیکھا تھا اور اس کا دل جیسے ڈوب کے ابھرا تھا۔"نہ جانے وہ کہاں ہو گا" ذہن میں اس کی اپنی ہی آواز گونجی۔ طارق نے اس کی نظروں کے تعاقب میں جھیل کو دیکھا۔

"کیا ہوا۔۔؟؟ کچھ ہے کیا وہاں۔۔"

اس کی آواز پر وہ چونک کر پلٹی۔"نہیں۔۔۔کچھ نہیں۔۔" سر نفی میں ہلایا اور بارش کے پانی سے بھیگے لب بھینچ دئے۔ وہ گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کے اندر بیٹھ گئی۔ اس نے گردن میں ابھرتی گلٹی کو اندر دھکیلا، اس کی ویران جھیل کو تکتی آنکھوں میں ایک نئ فکر پھیلی ہوئی تھی۔ (شائد اس انجان شخص پر مجھے بھروسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ میں نے اپنے مفاد کے لئے کسی اور کو

www.novelsclubb.com

مشکل میں ڈال دیا،)اس نے پریشانی میں تھوڑی پر ہاتھ پھیرا تھا۔اس کا دل ایک نئے پچھتاوے کی لپیٹ میں آنے لگا۔(اگر وہ واپس نہ آسکا تو۔۔)سوچتے ہوئے اس نے لبوں پر زبان پھیری ۔(کاش وہ اسے اپنے مسئلے میں نہ دھکیلتی، شائد میں ہی سارے مسئلے کی جڑ ہوں)سر جھٹک کے اس نے بھیگتی پلکیں جھپکیں۔باہر گزرتے مناظر اندھیرے میں ڈھکے ہوئے تھے۔وہ دیکھ پا رہی تھی تو شیشے پر اپنا آدھا ادھورا عکس،اور شیشے کے کینوس پر ابھرتی سیاہ اسی اندھیرے سے ملتی فکریں۔

◆◆◆

اگلا دن۔۔۔۔

یہ یاسمین کنعان کے محلے کے کسی گھر کا منظر تھا۔یہ گھر کاٹیج سے چند منٹ کے راستے پر تھا۔ اس طرف کے سارے گھر ایک ہی نقشے کے بنے تھے اور ایک قطار میں تھے۔رات بھر ہونے والی موسلادھار بارش نے شہر کو گیلا کر دیا تھا۔گیلی مٹی اور پھول پودوں کی ملی جلی باس نے سارے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ذکیہ خاتون کے گھر کی تکونی گلابی چھت پر بنی چمنی سے دھنواں نکلتا فضا میں تحلیل ہوتا جا رہا تھا۔یہ دھنواں ان کے گھر کے لیونگ روم میں جلتے

آتش دان کا تھا۔ باہر کی مناسبت سے لیونگ روم آتش دان میں جلتی لکڑیوں کے باعث گرم تھا۔ یاسمین کنعان سرخ رنگ کے صوفوں میں سے ایک پر ذکیہ خاتون کے مقابل بیٹھی تھیں۔ موٹے موٹے کپڑوں میں ملبوس ہاتھ میں تھاما چائے کا کپ آدھا ہو چکا تھا۔ جو بتاتا کہ وہ وہاں کافی دیر سے موجود تھیں۔

"لڑکا تو بہت اچھا ہے، اچھی ٹیکسٹائل کمپنی میں مینیجر ہے، تنخواہ اچھی ہے اور فیملی بھی چھوٹی ہے تم دیکھ لو پریسہ سے پوچھ گچھ کر لو۔ وہ مان جائے تو بات آگے بڑھاؤں گی میں" ذکیہ خاتون نے جوتوں سے پیر نکال کے صوفے پر رکھے اور وہیں قریب رکھا باریک کمبل پیروں کے گرد لپیٹا۔ انہوں نے ایک لمبا سا سویٹر پہن رکھا تھا اور سر پر اونی ٹوپی تھی۔

"پریسہ کو کوئی مسئلہ نہیں ہو گا، میں یہ رشتہ ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتی، فارغ بیٹھی ہے گھر پر نہ کام نہ کاج۔۔ بس جلدی جلدی اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی ہوں تاکہ مرحوم شوہر کی روح کو بھی آرام آجائے۔ لڑکے سے مل لے گی تو خود ہی راضی ہو جائے گی" خالی کپ پاس رکھی میز پے رکھ کے انہوں نے ذکیہ کو دیکھا۔

"تم ان کو میرے گھر آنے کا کہہ دو۔۔ میں پریسہ کو بتا دوں گی کہ کوئی اسے دیکھنے آرہا ہے"

"لیکن یاسمین آج کل بچوں کو اس طرح شادی کے لئے راضی نہیں کیا جاسکتا، پوچھنا پڑتا ہے ،بعد میں مسائل اٹھ جاتے ہیں اور پھر ماں باپ بچوں پر زبردستی کرتے ہیں کیوں کہ زبان جو دے دی ہوتی ہے۔۔ پھر وہ بے عزتی بھی برداشت نہیں ہوتی" ذکیہ نے اپنا خدشہ ظاہر کر کے یاسمین کو دیکھا جو اس کی بات پر ناخوش سی لگ رہی تھی۔

"چلو دیکھتے ہیں" یاسمین نے ایک گہری سانس لی۔ "پھر میں تمہیں فون کرتی ہوں" پاس پڑا اپنا پرس اٹھا کے انہوں نے کہا تھا۔ انہیں ڈر تھا اگر انہوں نے پریسہ سے پہلے سے بات کی تو شائد وہ منع کر دیتی، وہ پریسہ کو ایمر اور داریا کے راستے کا پتھر بننے سے روکنا چاہتی تھیں۔ اور اس کے لئے انہیں بہت سوچ سمجھ کے سب کچھ کرنا تھا۔ انہیں ایک ایسی چال چلنی تھی جو سو فیصد کام کر جائے، ناکام ہونے کا ان کے پاس کوئی آپشن ہی نہیں تھا۔ وہ سوچوں میں غلطاں غائب دماغی سے ذکیہ سے مل کے گھر سے باہر آگئی تھیں۔

◆◆◆

یہ شہر موسٹر کے پولیس اسٹیشن کے پراسیکیوشن آفس کا منظر تھا۔ شیشے کی دیوار کے اس پار کھڑا ابراق اور مزید دو تین پولیس اہلکار بمع ہیڈ انسپیکٹر کے شیشے کی دیوار نما کھڑکی سے اندر

کمرے میں میز کے گرد آمنے سامنے رکھی کرسیوں پر بیٹھے ایڈم محمود کو اور ڈیٹیکٹیو یوسف کو دیکھ رہے تھے، کمرہ پورا خالی اور گرے رنگ کے پینٹ سے مزین تھا۔ کمرے کے وسط میں رکھی اس میز پر ایک سفید بلب روشن تھا۔ یہ دیوار نما شیشہ کمرے کی دائیں جانب تھا۔ جو کہ اندر کی جانب سے شیڈڈ تھا۔ اندر بیٹھے نفوس کو اندازہ نہ ہو پاتا تھا کہ جس کمرے سے یہ شیڈڈ شیشہ جڑا ہوا تھا وہ سب **انسپیکٹر** کا آپریٹیو روم تھا، جہاں سے انہیں بخوبی دیکھا اور سنا جاتا تھا۔

"کیا تم اس رات شمس الدین کے گھر گئے تھے۔۔ جس رات ان کا قتل ہوا تھا؟؟" یوسف کی ایڈم کو اندر تک جانچتی آنکھوں میں الجھن تھی۔ اس شخص نے آج پولیس اسٹیشن آکر خود کو یہ کہتے ہوئے حوالے کیا تھا کہ اس کا اس جرم سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، اور پولیس اس کے پیچھے کسی بھی طرح کی انوسٹیگیشن کر سکتی ہے۔ اس کا اس وقت یوں بھاگ جانا خوف کے تحت تھا ۔ وہ اس جھوٹے الزام کی بدولت اپنی نئی چلتی ہوئی کمپنی اور ماں باپ کو اپنے خلاف خواہ مخواہ متنفر نہیں کر سکتا تھا۔

"اس رات نہیں لیکن اس سے پچھلے دن گیا تھا۔ اور اس وقت ہماری اچھی ملاقات ہوئی تھی" ایڈم نے بنا کسی تردد کے پر سکون لہجے میں جواب دیا۔

”وہاں اور کون کون تھا، کچھ غیر معمولی جو تم نے وہاں محسوس کیا، کیونکہ تمہاری اور شمس الدین کے بیچ جو کال تھی وہ فیک تھی یعنی اے،آئی جینریٹڈ تھی۔ لیکن اس کا پتہ ہم لگا نہیں پا رہے کہ یہ کام کس نے کیا ہے، جو کوئی بھی تھا اس کام میں ماہر تھا۔

”یاسمین کنعان کے بھائی مرات بیسیل اپنی فیملی کے ہمراہ تھے“

”ہوں“ یوسف نے سامنے رکھی فائل میں کچھ لکھ کے جواب دیا۔

”مطلب یہ ہے کہ کوئی مجھے پھنسانا چاہ رہا تھا، لیکن کون اور کس لئے؟؟“ ایڈم نے الجھتی آنکھیں یوسف پر ٹکائیں۔

”کیا کوئی ایسا بندہ ہے تمہارے سرکل میں جس سے تمہاری بنتی نہ ہو؟؟“ یوسف نے اگلا سوال کیا۔

ایڈم کچھ سوچ میں پڑھ گیا۔ لیکن ایسا کوئی نہیں تھا۔ اس کی تو کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔

”نہیں۔۔ کوئی نہیں۔۔“ نفی میں سر ہلایا۔ یوسف نے ایک تھکن زدہ سانس بھری، اس کیس کا نہ کوئی سر تھا نہ پیر، اور جہاں تک بات ایڈم محمود کی تھی اس کے آنے سے پہلے ہی وہ بے

www.novelsclubb.com

گناہ ثابت ہو چکا تھا۔اس مرڈر کے پیچھے جو کوئی بھی تھا۔کوئی شاطر دماغ کا شخص تھا۔اس نے اپنا کوئی ٹریس نہیں چھوڑا تھا۔

”تو ٹھیک ہے پھر۔۔ایڈم۔۔۔“وہ سادگی سے مسکرایا۔۔”تم جا سکتے ہو لیکن معذرت کا ٹیج فی الحال سیلڈ ہی ہے، تمہیں اپنی کمپنی کا انتظام کہیں اور کرنا پڑے گا“

”ہاں اوکے۔۔“ایڈم نے جلدی سے سمجھتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔”لیکن خیر میری کمپنی وہیں سے کام کر رہی ہے جہاں پہلے تھی۔میں اب چلتا ہوں“یوسف سے مصافحہ کرتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔باہر کھڑے نفوس بھی شکست خوردہ قدموں سے اپنی اپنی جگہ کی جانب بڑھے۔

یہ کیس انکا دماغ گھما رہا تھا۔جہاں کہیں امید کی کوئی کرن جاگتی، وہیں دم توڑ جاتی۔براق نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ایک گہری سانس خارج کی اور گردن کو ادھر ادھر گھما کے گویا ذہن پر چھائے خیالات کی تھکن اتارنی چاہی۔نہ جانے شمس انکل کے ساتھ کیا ہوا تھا۔اس کا جواب لگتا تھا ان کی روح ہی دے سکتی تھی۔

◆◆◆

گرین ہاؤس کے اندر دن کا اجالا پھیلا ہوا تھا۔ شیشے کی دیوار سے اندر جھانکو تو اندر چڑیوں کی چہچہاہٹ اور پودوں کی خاموشی کے علاوہ کچھ اور محسوس نہیں ہوتا تھا۔ اندر بھوری لکڑی کی میز صاف ستھری تھی۔ آج معمول کی طرح ان پر ٹہنیاں یا پھولوں کے گلدستے بنانے کا سامان نہیں پھیلا تھا۔ اینٹوں کا بنا فرش صاف ستھرا تھا، جا بجا کچھ پتے تھے جو صفائی کے بعد گرنے کی گستاخی کر بیٹھے تھے۔ گرین ہاؤس کے اندر ہی سامنے کی گول پتھروں والی دیوار میں لگا بھاری دروازہ کھلا۔ اور ایلف سر پر تکونی زرد رومال باندھے باہر آئی۔ اس کے ہاتھ میں کپڑوں کی بالٹی تھی، جس میں دھلے ہوئے کپڑے پڑے تھے۔ اس نے گرے رنگ کی ڈھیلی سے سکرٹ پر نیلا سوئیٹر پہن رکھا تھا۔ گردن ذرا اٹھا کے ڈھونڈتی نظروں سے ایلف نے ادھر ادھر دیکھا۔ (نجانے کہاں ہے یہ لڑکی) بڑبڑاتے ہوئے وہ بالٹی ایک طرف رکھ رہی تھی جب کوئی عورت گرین ہاؤس کے دروازے پر نمودار ہوئی۔ ایلف نے شیشے کے دروازے سے اس کو دیکھا اور ٹھٹک کے بالٹی زمین پے رکھ دی، پھر تیزی سے عورت کی جانب آئی۔

"سلام۔۔" سادگی سے مسکرا کے اس نے اس عورت کو سوالیہ نظروں سے دیکھا جو کچھ تفتیشی نگاہوں سے گرد و پیش کا جائزہ لے رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"وسلام۔۔۔ کیسی ہو۔۔" اس عورت نے کھلا ساگاؤن اور پھر اس کے اوپر ویسے ہی لمبا اونی کارڈیگان پہن رکھا تھا۔ہاتھ میں اس نے ایک ٹفن باکس تھام رکھا تھا۔"ایلف نام ہے نا تمہارا ۔۔؟؟" آنکھیں چھوٹی کیئے عورت نے اندازہ لگایا۔

"جی۔۔ایلف ہے۔۔آیئے اندر۔۔۔آجائیں" ایلف دروازہ اس عورت کے لئے کھولتے ہوئے بشاشت سے بولی۔

"ارے نہیں۔۔اندر نہیں آرہی۔۔بہت شکریہ۔۔یہ زیتون دینے آئی تھی، ہمارے اپنے باغ کے ہیں، ٹفن ایلف کو دیتے ہوئے انہوں نے گردن ادھر ادھر گھمائی۔ایلف نے انکی نگاہوں کے تعاقب میں کچھ نا سمجھی سے ادھر ادھر دیکھا۔(نہ جانے وہ کیا ڈھونڈ رہی تھی۔لیکن وہ سمجھ گئی تھی کے آنے کا مقصد صرف زیتون دینا نہیں تھا)۔

"پریسہ کہاں ہے۔۔؟؟" بالآخر انہوں نے بے صبری سے پوچھا۔

"پتہ نہیں یہی کہیں تھی، کیوں آپ کو کوئی کام ہے اس سے۔۔" ایلف نے اسی نرم مسکراہٹ کے ساتھ استفسار کیا۔

www.novelsclubb.com

"دیکھو تم برا نہیں ماننا۔۔۔میں نہیں جانتی تمہارا اس سے کیا تعلق ہے، لیکن جب سے اس لڑکی کے دادا کا انتقال ہوا ہے۔۔یہ لڑکی مجھے شک میں مبتلا کر رہی ہے۔ان کی آواز سرگوشی میں بدلی تھی اور وہ کچھ رازداری سے ایلف کے قریب ہوئی۔پھر دونوں ہاتھ اٹھائے۔

"تم یہی سوچو گی کہ میرا کیا کام اس کے معاملات میں۔۔۔لیکن شمس الدین صاحب بہت اچھے انسان تھے،ان کے ساتھ بہت اچھا وقت گزرا ہے پڑوس میں،بس میں اسی وجہ سے تمہیں مطلع کر رہی ہوں۔ورنہ تو میں یاسمین کے پاس جا سکتی تھی۔لیکن وہ شائد سخت رویہ اپنا لے۔۔اور آج کل کے بچے تو سختی پر مزید بگڑتے ہیں" ایلف اس عورت کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ رہی تھی۔(یہ انہی عورتوں میں سے تھی جو سارا دن بالکنیوں میں یا کھڑکیوں میں کھڑی ہو کے دوسرے گھروں کے معاملات سمجھنا چاہتی تھیں،وہ خود ابھی تک پریسہ کے کسی ذاتی معاملے میں مدخل نہیں ہوئی تھی، کیونکہ وہ اسے خود سے کنارا کرتا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔
)

"والہ تی (شکریہ)، لیکن دراصل کچھ ہی دنوں پہلے میں کافی اچھے زیتون لائی ہوں مزید زیتون لینا زیادتی ہو گی۔۔۔معذرت۔۔" سینے پہ ہاتھ رکھ کے اس نے سر کو شکریہ کے انداز

میں ختم سا دیا۔"آپ یہ کسی اور کو دے سکتی ہیں۔۔پریسہ کے بارے میں آپ کو شائد غلط فہمی ہوئی ہے، وہ اپنے کام سے باہر جاتی ہے، واپسی پر کوئی دوست ڈراپ کر دیتا ہے۔۔میں اس کی باتوں سے باخبر ہوں۔۔"

"نہیں لیکن تم نظر رکھو اس پے۔۔محلے میں رہنے والے لوگ باتیں بنائیں گے"اس عورت نے اپنی تلملاہٹ چھپاتے ہوئے ایلف سے ٹفن واپس لیا۔ایلف نے اس کے چہرے پر اڈنے والی زبردستی کی مسکراہٹ واضح طور پے محسوس کی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔مجھے ذرا کام کرنا ہے۔۔"لہجے کی مٹھاس کو ایلف نے کم نہ ہونے دیا البتہ الفاظ سے اس عورت کو وہ باور کروا چکی تھی کہ وہ اس طرح ان کے معاملے میں نہیں بول سکتی تھی۔ایسے لوگوں کو سنبھالنا وہ خوب جان چکی تھی۔یہ دنیا بھری پڑی تھی ایسے لوگوں سے جو اپنائیت کے چولے اوڑھے اندر کا زہر چھپائے ہوئے تھے۔ان لوگوں کو انہی کی زبان میں جواب دینے کے ہنر سے اب وہ بخوبی واقف تھی۔یہ لوگ کچھ ایسے گھناؤنے کاموں میں ملوث تھے جو بظاہر گھناؤنے نہیں لگتے تھے، جو بہت چھوٹے لگتے تھے۔لیکن یہ چھوٹے کام کسی اچھے انسان کی روح کو کچلنے کا سب سے بڑا سامان تھے۔بظاہر یہ لوگ سادہ رویہ اپناتے تھے،

لیکن اندر ہی اندر سر اٹھاتے شیطان کو تسکین دینے کے لئے چالیں چلتے تھے، انہیں اپنے مطابق چلانے کے لئے، اور جو لوگ ان کی چالوں میں آجاتے تھے، وہ ہمہ وقت اسی فکر میں ہوتے تھے کہ "لوگ کیا کہیں گے۔۔"۔ برسوں پہلے یہاں آکر اس نے یہ پہلا سبق سیکھا تھا۔ لیکن اس سبق کو سیکھنے سے پہلے وہ کسی کٹھ پتلی کی طرح پہلے ان لوگوں کے ظاہری لہجوں کا شکار ہوئی تھی۔ یہ بھی اس کے سیکھے جانے والے بہت سے ہنر میں سے ایک اہم ہنر تھا، جس کو سیکھے بغیر اس دنیا کے لوگ محض کھٹ پتلی بن جاتے تھے، اور ان کے چاروں اور پھیلے سیاہ دل کے حامل لوگ اپنے مفادات کے لئے انہیں نچاتے رہتے تھے۔ وہ عورت آہستہ مگر شکست خوردہ قدم اٹھاتی دروازے سے پلٹ چکی تھی، ایلف مسکرائی۔ اس کی آنکھوں کے گرد ڈھلتی عمر کی ہلکی سی جھریاں گہری ہوئیں۔ بالٹی اٹھا کے وہ گرین ہاؤس سے باہر آئی تھی۔ اور باہر گھاس کے فرش پے قدم رکھتے گرین ہاؤس کے دائیں جانب مڑ گئی جہاں وہ چھوٹا سا تالاب تھا۔ تالاب کی طرف دیکھ کے وہ ٹھٹک کر رکی۔ پریسہ سر جھکائے تالاب کے پاس بیٹھی تھی۔ سنہری دھوپ اس کے اوپر پڑتی اس کے کھلے شہد رنگ بالوں کو سونے سا سنہرا دکھا رہی تھی۔ ایلف نے اپنے اور اس کے درمیان حائل فاصلے کو عجلت میں طے کیا۔ پریسہ ہاتھ میں ٹہنی تھامے تالاب کے پانی پر

تیرتے پتے کو ٹہنی سے ادھر ادھر حرکت دے رہی تھی۔ ٹہنی کے ادھر ادھر ہونے پر پانی ہلکورے لینے لگ جاتا۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم لگتی تھی۔ ڈھیلی سی مہرون اونی شرٹ اور سیاہ ٹراوزر میں وہ رف سے حلیے میں تھی۔ ایلف نے کچھ بولنے کا ارادہ کیا لیکن پھر کسی احساس کے تحت رک گئی۔ سامنے ہی بڑے بلوط کے دو تناور درختوں کے درمیان کھڑے ہو کے اس نے بالٹی گھاس پے رکھی اور اس میں سے کپڑے نکال کے جھاڑے۔ پانی کی پھوار سی ایلف کے چہرے سے ٹکرائی۔ بلوط کے درختوں کے درمیان اس سے جڑی تار پر اس نے کپڑے پھیلانے شروع کئے۔

کپڑے جھاڑنے کی آواز پر پریسہ کے ٹہنی کو حرکت دیتے ہاتھ رکے۔ اور اس نے پلٹ کے آواز کی جانب دیکھا، نرم نرم سی دھوپ اسے آنکھیں میچنے پر مجبور کر گئی، چہرے پر آتے کھلے بالوں کو اس نے کان کے پیچھے اڑسا۔ ایلف حانم تار پے کپڑے بچھا رہی تھی۔ وہ ایک دم اٹھی اور ان کی جانب لپکی۔

"ایلف حانم۔۔ آپ مجھے آواز دے دیتیں میں بچھا دیتی کپڑے۔۔ سارے کام آپ کرتی ہیں مجھے اچھا نہیں لگتا۔۔" اس کے لہجے میں شرمندگی سی تھی۔ آستین ذرا اوپر کو کھینچتے اس نے جھک

کے بالٹی سے کوئی شرٹ اٹھائی اور اسے نچوڑنے لگی۔ پھر جھاڑتے ہی اس کے دانت سے بجے، سردی کے باعث پھوار سرد جماد ینے والی لگتی تھی۔ ہاتھ گیلے ہوئے تو برف کی مانند جمتے محسوس ہوئے۔

"تم مجھے کہیں نظر نہیں آئی۔۔ اور جو تم نے مجھے ٹھہرنے کے لئے جگہ دی ہے تو کیا میں اتنا نہیں کر سکتی۔۔؟؟" اس کی جانب دیکھ کے وہ مسکرائی۔ پھر تار پے بچھے کپڑوں کو ٹھیک کیا۔

"ایلف حانم۔۔ شروع میں شائد میں آپ کو اجنبی سمجھتی تھی لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں کہ آپ مجھے اپنے اور میرے درمیان تعلق کے بارے میں نہیں بتا سکتیں۔۔ لیکن ۔۔ بالٹی سے کوئی چادر اٹھاتے اٹھاتے وہ رکی، پھر سیدھی ہو کے ایلف حانم کے چہرے پر نظریں ٹکائیں جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"لیکن چاہے آپ نہ بتائیں۔۔ میں جانتی ہوں کہ آپ کے اور میرے درمیان کوئی گہرا رشتہ ہے۔۔۔" فضا میں پھیلی چڑیوں کی چہچہاہٹ دھیمی سی ہوئی، ہوا نے درختوں کے چند پتے ان دونوں پر برسائے۔

www.novelsclubb.com

”تمہیں کیا لگتا ہے کتنا گہرا۔۔“ ایلف ٹرانس کی سی کیفیت میں بولی۔ گویا سانس لی تو موضوع بدل نہ جائے۔

”بہت گہرا۔۔۔“ پریسہ پلکیں جھپکے بنا بولی۔ پھر ایک قدم ایلف کے قریب آئی۔ ”شائد خون کا۔۔“

ایلف سانس لینا بھول گئی، گردن میں ابھرتی گلٹی کو نگلتے اس نے پریسہ سے نگاہیں چرائیں۔ ایلف کے چہرے پے ایک رنگ سا آ کے گزرا تھا، اور اس نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔

”میں بتاتی ہوں مجھے ایسا کیوں لگتا ہے۔۔۔“ پریسہ بولنے ہی لگی تھی کے ایلف نے حواس باختگی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

”پریسہ۔۔۔“ ایلف کے لب کپکپائے اور رگ وپے میں ایک لرزش سی سرائیت کر گئی۔

”دیواروں کے کان ہوتے ہیں اور تم اچھی طرح جانتی ہو ہم دونوں کے گرد جو بھی دیواریں ہوں گی۔“ ایلف حانم نے ایک محتاط نظر سے اطراف کا اشارہ دیا۔ ”وہ معمولی نہیں ہوں گی۔۔۔ کچھ ایسا مت بولنا جو ہم دونوں کو مشکل میں ڈال دے۔۔“ لہجہ سرگوشیانہ تھا۔ اتنا کہ پریسہ نے وہ سرگوشی بمشکل سنی تھی۔ پھر ایلف کھنکھاری۔

www.novelsclubb.com

"تم یہاں کیوں بیٹھی تھی اکیلے۔۔کوئی پریشانی ہے کیا تمہیں۔۔" پریسہ کے چونکنے تاثرات کو نظرانداز کرکے ایلف خانم نے جیسے اس کے چہرے پر کوئی پریشانی پرکھنا چاہی۔

"ایلف خانم۔۔۔" وہ ایک دم بولی۔ پھر رکی اور ارد گرد کچھ احتیاط سے دیکھا۔ گویا ایلف کی بات کا اثر لیا ہو، اسے ایک ہمراز چاہیے تھا، اور شائد اس کی ہمراز اس کے سامنے کھڑی یہ عورت تھی۔

"مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔۔۔"

اس کا لہجہ فکریہ تھا اور وہ عادتاً ہونٹ کا کنارا کھجا رہی تھی۔

"ہاں بولو کیسی بات۔۔؟؟" وہ پوری طرح متوجہ تھیں۔

"یہاں نہیں اندر چلیں گرین ہاؤس میں۔۔" اس نے ان کا ہاتھ تھاما، اور گرین ہاؤس کی جانب قدم اٹھائے۔ ایلف نے عجلت سے خالی بالٹی اٹھائی۔ وہ حیران سی ہوئی۔ یہ جانے بغیر کے اصل حیرت سے انکا واسطہ کچھ ہی دیر میں پڑنے والا تھا۔

◆◆◆

www.novelsclubb.com

کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا، داریا بستر پر کہنیوں کے بل لیٹی تھی، سنہری بال جوڑے میں لپیٹے وہ فون پر تیزی سے انگلیاں چلا رہی تھی۔ ایمر نے اسے ٹیکسٹ کیا تھا، شائد اسے احساس ہو گیا تھا کہ ان کی ملاقات پریسہ کا ذکر کرنے پر خراب ہوئی تھی۔ تبھی وہ اب معذرت کر رہا تھا۔

"ایمر میں تمہارا برا نہیں چاہتی تبھی میں نے تمہیں پریسہ کی سچائی بتائی، وہ واقعی کسی اور میں انٹرسٹڈ ہے، تم اس کے پیچھے پڑ کے اپنا وقت برباد مت کرو۔" میسج کر کے اس نے سیل تکیے پر رکھا، باہر کھٹکا سا ہوا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے کمرے کی کھڑکی سے باہر کا ٹیج واضح دکھائی دیتا تھا۔ اس نے کھڑکی پر پھیلے پردے سمیٹ لئے اور کھڑکی کے دونوں پٹ کھول کے دھوپ کو اندر آنے دیا، جو کہ چند ساعتوں کی ہی مہمان تھی۔

کمرے سے نکل کر باہر آئی تو سیڑھیوں کی ریلنگ پر ہاتھ رکھے اس نے نیچے جھانکا۔ (شائد مام آگئی ہیں۔۔) اسے تجسس ہوا، نہ جانے وہ کیا خبر لے کر آئی تھیں۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی نیچے آئی۔ یاسمین کنعان شائد اپنے کمرے میں تھیں، وہ ان کے کمرے کی جانب بڑھی، اندر داخل ہوئی تو انہیں الماری کے پٹ کھولے مصروف سا کھڑا پایا۔ انہوں نے اس کی موجودگی

www.novelsclubb.com

محسوس کی تو الماری کے پٹ سے سر نکال کے اس کی طرف دیکھا۔ داریاب ان کے بستر کے پاس رکھے سنگل صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔ ”تو کیا بنا۔۔؟؟“

اس کی آواز پر وہ جو الماری میں کپڑے الٹ پلٹ کرنے لگیں تھیں ایک تھکن زدہ سی سانس خارج کرتی گویا ہوئیں۔ ”بات تو بن ہی گئی ہے بس پریسہ کو منانا ہے جو کہ مشکل لگتا ہے۔۔ اگر اس نے منع کر دیا تو ہم زبردستی نہیں کر پائیں گے۔ اور نہ ہی ہم مہمانوں کے آنے پر اچانک اسے بتا سکتے ہیں، اگر اس نے کچھ الٹا بول دیا تو تیار رشتہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔“

الماری کا پٹ بند کر کے انہوں نے ہاتھ میں تھامیں کروشیئے کی سوئیاں اور اون کے گولے بستر پر رکھے، جو انہوں نے الماری سے نکالے تھے۔ (نجانے اون کا وہ گلابی گولا کہاں گیا تھا)، کچھ مایوسی سے موجودہ اون کے گولوں کو دیکھا۔ بات کرتے کرتے کروشیہ کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

”تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔۔۔؟؟ کیا آپ نے کچھ سوچا ہے“ داریا کے چہرے پر فکریہ تاثرات امڈ آئے۔ وہ کچھ سیدھی ہو بیٹھی، کچھ پل پہلے کی بے نیازی ہوا ہو چکی تھی۔

"بالکل۔۔۔ لیکن فی الحال تمہیں کچھ جاننے کے تجسس میں نہیں رہنا چاہیے۔۔ ہم حالات کو ایسے موڑ دیں گے جیسے انہیں ویسے ہی ہونا تھا۔ سمجھ گئی۔ جب تک تم میرے پلین سے بے خبر رہو گی، تب تک تمہیں جھوٹ بولنا نہیں پڑے گا ورنہ کسی بھی قسم کا کوئی بھی جھوٹ تمہیں پکڑوا سکتا ہے۔"

داریا نے پرسوچ نظریں ان پر جمائے اثبات میں سر ہلایا۔ ان کے ہاتھ تیزی سے کچھ بننے میں مصروف تھے۔ جس تیزی سے ان کے ہاتھ چل رہے تھے اسی تیزی سے ان کا دماغ بھی چل رہا تھا۔ اب وہ اپنے منصوبے کے لئے مختلف لائحہ عمل ترتیب دے رہی تھیں۔

◆◆◆

دھوپ دھیرے دھیرے زمین سے سمٹتی جا رہی تھی اور ٹھنڈی چھایا اس کی جگہ لے رہی تھی۔ بلوط کے درختوں سے جڑی تار پر پھیلے کپڑے ہوا سے حرکت کرتے تھے۔ گرین ہاؤس کی تکونی شیشے کی چھت جو کہ ہرے تازہ بیل بوٹوں سے لدی ہوئی تھی، اس پر بے آسرا اچھلے سوکھے پتے ہوا سے بکھر سے جاتے۔ شیشے کی چھت سے اندر جھانکو تو گرین ہاؤس کے وسط میں رکھی میز کے گرد ایک طرف آمنے سامنے کرسیاں رکھے ایلف اور پریسہ بیٹھی تھیں۔ پریسہ

ایلف کی جانب جھکی ہوئی کچھ کہہ رہی تھی، جبکہ ایلف کا ہاتھ ایک دم حیرت اور پریشانی کے تاثرات کے باعث منہ پر ٹھہر گیا۔

"کیسے غائب ہو گیا وہ پریسہ۔۔" وہ ایکدم اٹھ کھڑی ہوئی۔ماتھے پر پسینے کے قطرے امڈ آئے ۔"کیا وہ تیرنا چاہتا تھا۔۔۔؟؟"

"نہیں جانم وہ غائب ہو گیا ہے۔۔اتنی سردی میں کون پاگل تیرنے کا رسک لے گا۔۔اور پھر ایسے کے جمتے ٹھنڈے پانی سے باہر نہ آئے۔۔وہاں اتنا پانی تھا کہ بلی کا بچہ بھی نہیں ڈوب سکتا ، جھیل کے بالکل کنارے پر ہوا ہے یہ۔۔۔"

ایلف گنگ سے اسے دیکھے گئی پھر بولی۔

'تم کیا کر رہی تھی اس وقت اور کیا تم نے ارد گرد کچھ دیکھا۔۔یعنی کچھ غیر معمولی۔۔" وہ آہستگی سے واپس کرسی پر بیٹھیں اس دفعہ ایلف کا چہرہ ہیجان زدہ تھا۔

"نہیں میں وہاں درخت کے پاس بیٹھ گئی تھی۔۔اور اسی وقت ایک دم مجھے پانی میں اس کے گرنے کی آواز آئی۔۔اور وہ پانی میں غائب ہو چکا تھا۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا۔۔"

"تم لوگ وہاں کیا کر رہے تھے۔۔؟؟اور یہ شخص تمہارے ساتھ کیوں تھا۔"

پریسہ نے لب بھینچ لئے، اگر اس نے آدھی بات بتا ہی دی تھی تو اسے اس پر اسرار شخص کے بارے میں بھی بتانا چاہئے تھا۔

''بتاؤ پریسہ تم دونوں جھیل کے کنارے کیا کر رہے تھے۔۔'' ایلف نے اس کے تاثرات کے اتار چڑھاؤ کو جانچنا چاہا۔

''مجھے کسی نے کہا تھا کہ اگر میں اسے وہاں لے جاؤ تو وہ مجھے بتادے گا کہ دیدا کا قاتل کون ہے'' اس نے گردن مسلتے ہوئے جلدی سے جملہ مکمل کیا۔

''پریسہ۔۔۔'' ایلف نے اس کا ہاتھ سختی سے تھاما۔ ''اور تم نے اس پر بھروسہ کیسے کیا، تمہیں کیسے پتہ کہ وہ تمہیں سب کچھ بتادے گا۔۔''

کیونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے، اسے یہ بھی معلوم ہے کہ جب میں یہ لاکٹ نہیں پہنوں گی'' اس نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔ تو میرا عکس انسان کا نہیں ہو گا۔ میرے پاس اس پے بھروسہ کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ایلف حانم۔۔ مجھے اپنے دیدا کو بچانا ہے کیونکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے ماں باپ کے قتل کے پیچھے کے راز کھوجنے ہیں۔۔ اگر میرے پاس دیدا بھی نہیں بچے گے تو میرے پاس زندہ رہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔۔''

ایلف کی آنکھیں دماغ کے اندر تک الجھی ہوئی تھیں۔اس نے اپنا ماتھا مسلا تھا۔سخت سردی میں اسے گرمی کا احساس ہو رہا تھا۔

”پریسہ۔۔۔کیا وہاں وہ شخص آیا تھا جس نے تمہیں سب بتانے کا وعدہ کیا تھا۔جب تم دونوں جھیل کے کنارے تھے“

”نہیں وہ وہاں نہیں تھا۔۔صرف ہم دونوں تھے۔۔ایلف حانم کیا وہ مر تو نہیں گیا، کہیں میں نے اسے مشکل میں نہ ڈال دیا ہو۔“وہ لب چبا رہی تھی،آنکھوں میں پریشانی اور فکروں کا عکس ہلکورے لے رہا تھا۔

”پریسہ تم ٹھیک سے سوچو۔۔۔جس وقت وہ غائب ہوا۔۔۔اس وقت کو دوبارہ سوچو۔۔مجھے بتاؤ۔۔“ایلف نے اس کی بات نظرانداز کی تھی۔اس کی آنکھوں میں نئے اندیشے اور واہمے سر اٹھا رہے تھے،اور وہ ان سب کو سچ نہیں ہوتے دیکھنا چاہتی تھی۔

پریسہ نے ایلف کے چہرے پر جمی نگاہیں ہٹا کے سامنے رکھے گلاب کے پھولوں پر ٹکائیں، ذہن کے پردے پر وہ منظر دوبارہ ابھرا،اس نے ایلف حانم کو دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے ہاتھ میں نوٹ بک تھامی ہوئی تھی اور اس پر کچھ لکھ رہی تھی، اور اسی دوران یہ سب ہوا تھا، میں نے وہاں کچھ اور محسوس نہیں کیا جس پر۔۔۔

"اوہ۔۔۔خدا۔۔۔" ایلف کی ریڑھ کی ہڈی سنسناسی گئی۔اس نے دونوں ہاتھ گالوں پر رکھ دئے، اور آنکھیں بند کر کے جیسے خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کا چہرہ ذرد پڑتا جارہا تھا۔

"حانم۔۔۔حانم۔۔" پریسہ نے ان کے گالوں پر رکھے ہاتھ تھامے، وہ ایک دم ایلف حانم کو اس حالت میں دیکھ کر گھبرائی۔

"اوہ خدا۔۔۔" انہوں نے ایک ہچکی سی لی تھی اور پلکیں اٹھائیں تو آنکھیں لبالب آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔پھر سینے پر ہاتھ رکھ کے انہوں نے سانس لینا چاہی، اور چہرہ اٹھا کے پریسہ کے گھبرائے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

"وہ نوٹ بک کہاں ہے۔۔۔"

"کیا مطلب۔۔" وہ بوکھلائی۔

"وہ نوٹ بک جس پر تم نے کچھ لکھا تھا۔۔وہ کہاں ہے پریسہ۔۔"پریسہ ان کے ہاتھ چھوڑ کے کھڑی ہوئی۔پھر ڈھیلے سویٹر کی جیب کی زپ کھول کے اس نے جیب سے جب ہاتھ باہر نکالا تو اس میں اس کی وہی نوٹ بک تھی۔

"کیا لکھا تھا تم نے اس میں۔۔"ان کا لہجہ کپکپا رہا تھا،ایسے لگتا تھا وہ کسی گہرے احساس تلے تھیں۔آنسو ٹوٹ کر نیچے گرا تھا اور زمین پر جذب ہو گیا۔پریسہ نے بوکھلاہٹ سے نوٹ بک کا وہی پہلا صفحہ کھولا۔ہوا میں عجب تیزی سی آئی۔ایلف نے سیاہ لکھائی میں لکھی وہ سطر پڑی۔

"اگر میرا ہر لفظ چابی ہو،تو میں اس سے ان بند دروازوں کو کھولنا چاہوں گی جو میری شخصیت کے رازوں تک جاتے ہیں"

پریسہ نے سطر کو اور پھر ایلف کے چہرے پر پھیلتے سائے کو دیکھا۔انہوں نے گردن میں ابھرتی گلٹی کو نگلا تھا۔ان کی آنکھیں ویران سی اس پر جمی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا ہے ایلف خانم۔۔آپ مجھے بہت پریشان کر رہی ہیں۔۔"

"مجھے امید تھی یہ سب نہ ہونے کی۔۔میں نے ہمیشہ سے دعا کی تھی دوبارہ یہ سب نہ ہونے کی۔۔۔لیکن میری امیدیں ہار گئیں شائد۔۔۔"ان کے آنسو تواتر بہتے چلے جا رہے تھے۔اور وہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دم سادھے گو مگو سی کیفیت میں انہیں تک رہی تھی۔اس سطر میں ایسا کیا تھا۔اس نے ایک بار پھر غور سے اسے پڑا۔انہوں نے پریسہ کو ایک دم اپنے کندھے سے لگایا۔آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر پریسہ کے بالوں میں جذب ہونے لگے۔وہ ہکا بکا سی بنا حرکت کئے ان کے کندھے سے لگی رہی۔ پھر اس نے ان کی سرگوشی اپنے کانوں میں سنی۔

"تمہیں یہ سطر مکمل کرنی ہے پریسہ ورنہ وہ وہاں مشکل میں پڑھ سکتا ہے۔" اسے لگا آسمان پوری شدت سے اس پر آن گرا ہو۔اس نے ان کے کندھے سے ہٹنے کی کوشش کی لیکن ایلف نے اسے پھر بھی کندھے سے لگائے رکھا۔"لیکن تم اس بات سے کسی کو آگاہ نہیں کرو گی، حتی کے تم یہ بات خود سے بھی مت کرنا، ورنہ تم بہت مشکل میں پڑ جاؤ گی پریسہ۔۔۔تم۔۔۔تم غزال کی طرح مشکل میں پڑ جاؤ گی۔میں اس سب کو دوبارہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی ۔۔۔پریسہ۔۔،میں تمہیں دوسری غزال بنتی نہیں دیکھ سکتی""

"ایلف حانم۔۔۔"وہ ایک جھٹکے سے ان سے الگ ہوئی۔اس کی آنکھیں ویران سی ہوئی۔ ۔۔۔آپ میری ماں کو کیسے جانتی ہیں۔۔۔"سانس پھولنے لگی تھی۔اب اس کے ہاتھوں میں لرزش شروع ہونے لگی۔"آپ غزال کنعان کو کیسے جانتی ہیں۔۔۔؟؟"

یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔۔۔انہوں نے اس کے ہاتھ میں وہ نوٹ بک پکڑائی۔

"تمہیں اس سطر کو پورا کرنا ہے پریسہ۔۔۔"

پریسا نے صفحے پر اپنی لکھائی کو دیکھا اور پھر ہیجان لی ہوئی آنکھوں سے ایلف حانم کو۔"لیکن۔۔۔لیکن۔۔۔مجھے نہیں معلوم۔۔میں نہیں کر سکتی۔۔" وہ بوکھلائی۔۔کسی ننھے غزال کی طرح، جو کھڑے ہونے پر مسلسل گرتا ہے، اور ہر دفعہ اس کی آنکھوں کی چمک پر خوف غالب آجاتا ہے۔

"تم کر سکتی ہو پریسہ۔۔۔تم غزال کی بیٹی ہو، تمہیں یہ صلاحیت وراثت میں ملی ہے۔۔یہ تمہیں ہی کرنا ہے۔۔ تمہیں اس سطر کو مکمل کرنا ہے پریسہ۔۔۔تمہارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔۔" وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی انہیں دیکھتی اور کبھی اس سطر کو۔

"لیکن اگر یہ میں نے کیا ہے تو وہ ہے کہاں۔۔۔میرے ساتھ یہ قدرت کون سا کھیل کھیل رہی ہے۔۔" وہ بوکھلائی ہوئی تھی۔ایلف بھیگی آنکھیں لئے کسی ٹرانس کی کیفیت میں بنا پلکیں جھپکے اسے دیکھے گئیں۔

"اگر میں تمہیں کہوں کہ یہ دنیا کسی اور دنیا کا جہنم ہے تو کیا تم مانو گی۔۔؟؟"

"کیسا جہنم۔۔۔" وہ کرسی سے اٹھی، بھنوئیں پھیلی ہوئی تھیں۔ نوٹ بک چھوٹ کر زمین پر گر چکی تھی۔ "میری زندگی ایک پہیلی بن گئی ہے ایلف حانم۔۔ مجھے مزید پہیلیوں میں مت الجھائیں۔"

"تم جس دنیا میں رہ رہی ہو۔۔ یہ واحد دنیا نہیں ہے جو موجود ہے، ایک اور دنیا بھی ہے۔۔۔ جو مخفی ہے۔۔ جسے۔ جسے تم نے کبھی نہیں دیکھا۔۔۔ لیکن وہ اپنے باسیوں کو کھینچ لاتی ہے ۔۔اپنی طرف۔۔۔ تم پریسہ کنعان تم بھی اسی دنیا کی باسی ہو۔۔"

"فار گاڈز سیک۔۔۔۔ حانم۔۔ آپ مجھ سے مذاق نہ کریں۔۔۔۔ میں فی الحال ہنسنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔۔۔"

"میں مذاق نہیں کر رہی پریسہ۔۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔ تم یہ سطر مکمل کرو۔۔۔ تم خود جان جاؤ گی۔۔۔" ایلف اٹھی اور نیلے آسمان کو تکنے لگی، جس کی نیلاہٹیں ٹھنڈی اور نرم تھی، سورج کی تیز کرنوں سے عاری، حالانکہ یہ دوپہر کا وقت تھا۔ پھر وہ چونکیں اور ایک دم پریسہ کو دیکھا۔

"وہ شخص جو غائب ہوا ہے۔۔اس کا نام کیا ہے۔۔۔" آنکھوں میں الجھن ہی الجھن تھی۔

پریسہ نے کرسی پر بیٹھے بیٹھے جھکا سر ان کی جانب اٹھایا۔اور پلکیں جھپکیں۔

"داؤد سلطان۔۔۔" ایلف کا دل اپنی جگہ سے پھسل کے جیسے کسی پاتال میں گرا تھا۔"داؤد سلطان۔۔۔۔" دھونکنی کی مانند چلتی سانسوں میں ان کی بڑبڑاہٹ اونچی تھی۔وہ بے جان سی ہو کر کرسی پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھیں۔پھر وہ خود پر قابو پاتے ہوئے بول اٹھیں۔"مجھے کسی ضروری کام سے باہر جانا ہے۔۔۔" پریسہ حیران ہوئی۔

"تم یہ۔۔۔یہ سطر مکمل کرو۔۔پریسہ تمہیں سب کچھ جلدی کرنا ہے۔۔وہ شخص کسی بھی طرح کے حالات کا شکار ہو سکتا ہے۔۔اور یقیناً تم یہ نہیں چاہو گی کہ تم اس کے ان حالات کی وجہ بنو۔۔۔" وہ بول کے رکیں نہیں، باہر کی جانب لپکی تھی۔

"ایلف خانم۔۔۔۔" اس نے اونچی آواز میں انہیں پکارا۔ان کے تیز چلتے قدم بیچ میں فاصلہ بڑھاتے جا رہے تھے۔

"آپ جا کہاں رہی ہیں۔۔۔" وہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔لیکن وہ دروازہ عبور کر چکی تھیں۔

اس نے کمر پر دونوں ہاتھ رکھے۔اور آسمان کی جانب چہرہ کر کے آنکھیں موندیں۔ایک گہری

سانس لے کر اپنی موجودگی کو محسوس کرنا چاہا، کیونکہ اسے سب کچھ محض ایک خواب لگ رہا تھا۔ پھر آنکھیں کھول کہ چہرہ جھکایا۔اس کے سنیکرز کا ایک تسمہ کھلا ہوا تھا، اور پاس ہی مٹی پر وہ چھوٹی سی نوٹ بک تھی۔ وہ جھکی اور زمین سے نوٹ بک اٹھا کے میز پر رکھی، پھر پنجوں کے بل بیٹھ کے اپنا تسمہ باندھا۔ فارغ ہو کے اس نے یونہی میز پے رکھی نوٹ بک کو دیکھا تھا۔ لیکن اس سے پہلے اس کی نظر کسی اور چیز سے ٹکرائی تھی۔ میز کے نیچے موٹی لکڑی میں ایک درز سی تھی۔ اور اس میں کوئی کتاب رکھی تھی۔ وہ چونک اٹھی، بھنوئیں تن گئیں۔ اسے نہیں معلوم تھا کے اس میز میں درز بھی ہے۔ شائد اس نے کبھی غور ہی نہیں کیا تھا۔ اس نے کتاب درز سے نکالی اور اٹھتے ہوئے فلورل شاپ کے شٹر سے تیز ہوا سارے گرین ہاؤس میں ہل چل مچا گئی۔

◆◆◆

دریائے ایمریلڈ کا یہ کنارا جسے چھوٹی پتھریلی ریلنگ سے محفوظ کیا گیا تھا، یہاں سے دریا کے پانی پر تیرتی مچھیروں کی رنگ برنگی کشتیاں نظر آرہی تھی۔ ریلنگ کے آس پاس مصروف لوگ چلتے چلتے رک جاتے، کچھ اس منظر کو اپنے سیل فونز کے کیمروں میں مقید کر لیتے اور کچھ ایسے خشک مزاج تھے کہ یہ خوبصورت منظر اور موسم بھی ان کی خشک مزاجی پر اثر انداز نہ ہوتا تھا۔

آس پاس کھانے پینے کی اشیا کے اسٹالز لگے تھے۔ہر اسٹال کے قریب گاہکوں کے بیٹھنے کے لئے کرسیاں رکھی گئی تھی، جن میں سے ایک پر مسز مرات بیسیل بیٹھی تھیں،انہوں نے خاکی رنگ کا کارڈیگان پہن رکھا تھا،رف سے حلیے میں تھیں۔فون کان سے لگایا ہوا تھا اور دوسری طرف سے اسپیکر میں ابھرنے والی آواز کو بغور سن رہی تھیں۔

"میں کسی دوست سے ملنے آئی ہوں باہر مرات۔۔ایک گھنٹے تک واپسی ہو گی میری" وہ محتاط انداز میں بول رہی تھیں ایک ہاتھ گود میں رکھا تھا، جس میں ہینڈ بیگ تھامے ہوئے تھیں۔ان کی نظر چھوٹی سی گول میز کے دوسری طرف بیٹھے ایمر پر تھی۔الوداعی کلمات کہتے انہوں نے فون رکھ دیا تھا۔

"کیا کہہ رہے تھے ڈیڈ۔۔"وہ چمچ سے پاکٹ بریڈ میں قیمہ بھر رہا تھا۔پلیٹ میں اس کے ساتھ ہی ایک طرف نیم پکی ہوئی سبزیاں رکھی ہوئی تھیں، یہ یہاں کی خاص ڈش تھی۔اور عموماً ہر فوڈ سٹریٹ پر پائی جاتی تھی۔

کہیں جا رہے تھے، دو دن کے لئے، پیکنگ کا بول رہے تھے۔ انہوں نے ہاتھ پر ہاتھ لپیٹ کے یونہی اپنی کہنی سہلائی۔ پھر ٹھنڈی ہوا کو اندر اتارتے پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہوئیں ۔آنکھوں میں ممتا کی گرمائش لئے۔

"ویسے کیا کر رہا ہے میرا بیٹا آج کل۔۔۔" ان کے لہجے میں وہی ازلی مٹھاس ڈھل آئی۔ ایمر جو نوالا چبا رہا تھا۔ ہاتھ میں تھاما چمچ پلیٹ میں رکھ کے سیدھا ہوا۔ "مام ایسے بات مت کیا کریں میں چھوٹا بچہ نہیں ہوں۔" کچھ چڑتے ہوئے بولا۔ اس کے سنہری فریم کے چشمے میں دکھتے مسز مرات کے چہرے کے عکس پر ایک گہری مسکراہٹ پھیلی۔ وہ آگے کو ہوئیں اور فورک میں چند سبزیاں پھنسا کے، پچکارنے کے انداز میں اس کے سامنے کیں۔ "چاہے اولاد کتنی بھی بڑی ہو جائے ماں کے لئے وہ ہمیشہ ننھے بچے کی مانند ہی ہوتی ہے، چلو کھاؤ یہ۔۔ پتہ نہیں کیسے کھانا کھاتے ہوگے۔۔ صاف لگ رہا ہے باہر سے ہی منگوا کے کھا رہے ہو۔۔"

ایمر نے کچھ منہ بنایا اور پھر فورک ہاتھ سے لے کے سبزیاں کھا گیا۔ ان کی کھانے والی بات وہ نظر انداز کر گیا تھا، فی الحال وہ یہاں بے بی ٹریٹمنٹ لینے نہیں آیا تھا، اسے جو کچھ کرنا تھا جلد از جلد کرنا تھا "مما میں چاہتا ہوں آپ ڈیڈ سے بات کریں، میں شادی کرنا چاہتا ہوں پریسہ سے۔۔ میں

نے پہلے بھی آپ کو بتایا لیکن آپ نظر انداز کر گئیں بات۔۔" مسز مرات کے چہرے پر ناپسندیدگی سی اتر آئی۔

"کیا وہ تمہیں واقعی پسند ہے۔۔۔ ایمر۔۔" ان کی آنکھیں اس کے چہرے پر پھیلے تاثرات کے پیچھے چھپے جذبات پہلے جان چکی تھیں۔

"ظاہر ہے تبھی بول رہا ہوں۔۔۔" وہ مصروف سے انداز میں پانی کا گلاس منہ تک لے جاتے رکا۔

"نہیں تم اس لئے نہیں بول رہے۔۔ تمہیں لگتا ہے کہ اس سے شادی کر کے تمہیں کاٹیج سے جڑا ان کا فارم ہاؤس مل جائے گا، اور ڈیڈ کی نظر میں تمہارا امیج ٹھیک ہو جائے گا۔"

"مام۔۔۔" اس کا لہجہ تیز ہوا۔ کھانے سے گویا دل اچاٹ ہو گیا۔ گلاس زور سے گول میز پر پٹخنے کے انداز میں رکھا۔

"ایمر مرات بیسیل۔۔۔" وہ افسردگی سے مسکرائیں۔ "میں تمہاری ماں ہوں تم کسے دھوکا دے رہا ہو۔۔"

اس نے لب بھینچ لئے اور سر جھکا کے آنکھیں میچیں۔ہاتھ میں تھامے گلاس پے گرفت اتنی سخت ہوئی گویا کسی بھی لمحے اس کے ہاتھ میں کرچی کرچی ہو جائے گا۔

”مجھے نہیں معلوم آپ کیا کہہ رہی ہیں۔۔میں نے جو کہا ہے اسے ڈیڈ تک پہنچا دیجئے گا“

”ایمر۔۔۔اگر شادی کے بعد بھی تمہیں فارم ہاؤس نہ ملا تو؟؟ پھر۔۔۔؟؟“

”ایسا نہیں ہو گا۔۔۔میں بنا سوچے سمجھے کچھ نہیں کرتا مام۔۔“

”تو میں ٹھیک سمجھی۔۔تم یہ شادی فارم ہاؤس لینے کے لئے ہی کر رہے ہو۔۔تمہیں وہ اچھی اس لئے لگ رہی ہے کیونکہ اس کے پاس تمہاری ضرورت کی چیز ہے“

”تو اس میں غلط کیا ہے۔۔کیا سب ایسا نہیں کرتے۔۔۔کیا ہر کسی عمل کے پیچھے اپنا مفاد نہیں ہوتا۔۔یہ ایک نارمل ہیومن نیچر ہے۔۔اس کو کوئی ٹھکرا نہیں سکتا۔“سنہری فریم کے عقب میں ایمر مرات کی آنکھوں کے ڈورے سرخ سے ہوئے تھے۔یا مسز مرات کو لگ رہے تھے۔ان کے دل پر شوہر اور بیٹے کے بیچ بڑھتے فاصلے بوجھ بنتے جا رہے تھے۔ایک ہستی بستی نارمل فیملی کی خواہش انہیں خواب سی لگنے لگی تھی اب۔

”میں آپ کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں مام۔۔میں۔۔۔میں گھر واپس آنا چاہتا ہوں۔۔۔مجھے ڈیڈ کے سامنے اپنی عزت بنانے کے لئے جو کرنا پڑا وہ کروں گا۔۔مجھے انہیں پروف کرنا ہے کہ میں بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں۔۔مجھے انہیں اپنے ساتھ دوستوں کی طرح مسکراتے دیکھنا ہے۔۔اور اس کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔۔کاٹیج اور گرین ہاؤس۔۔۔“

”بیٹے۔۔۔عزت اور محبت ایسی چیز نہیں جس کے لئے کوئی ذریعہ استعمال کر کے انہیں جیتا جا سکے۔۔“

دل پے بڑھتے بوجھ نے آنکھوں کو نم ہونے پر مجبور کیا۔انہوں نے ایمر کے میز پے رکھے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیا۔

”انہیں ایسے نہیں جیتا جاتا بیٹا۔۔یہ انسان کے اندر سے پھوٹتی ہیں۔۔یہ محسوس کی جاتی ہیں۔۔“

”مجھے نہیں پتہ۔۔۔“اس نے اپنے ہاتھ مسز مرات کی گرفت سے پیچھے کھینچ لئے۔”مجھے اگر ان کے سامنے اپنی محبت اور صلاحیت ثابت کرنے کے لئے۔۔پوری دنیا بھی چھاننی پڑے تو میں چھان لوں گا۔۔کیوں میں بے عزتی کی زندگی نہیں گزار سکتا اور یہی چیز مجھے میری عزت

اور محبت دلا سکتی ہے۔ میں انہیں یہ ثابت کر دوں گا کہ میں ان کا بیٹا ہوں جو بہت کچھ کر سکتا ہے“ لہجہ اٹل تھا، سلگتا ہوا۔

”تمہیں لگتا ہے ڈیڈ اس طرح خوش ہو جائیں گے۔۔؟؟“ ان کی آنکھوں سے آنسو پھسلا تھا۔ وہ شوہر کے رویے پر افسوس کر رہی تھیں جو ان کے بیٹے کو اس حال میں لے آیا تھا۔ وہ ایسا تو نہیں تھا کبھی۔ یہ کیسے مقام پر لا کھڑا کیا تھا زندگی نے انہیں۔

ایمر نے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ ”بالکل کیونکہ وہ مجھے کسی مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں وہ چاہتے ہیں میں بھی کچھ ایسا کروں جس سے ان کا نام روشن ہو۔۔۔ یہ میرا آخری چانس ہے مام“

”لیکن کس قیمت پر۔۔؟؟ تمہیں نہیں لگتا۔۔ محبت اور عزت کے لئے ایسی وجوہات کی ضرورت انہیں کھوکھلا بنا دیتی ہے۔۔؟؟۔۔۔بیٹا۔۔ تم خود کو ثابت کرنے کی اس جنگ میں اپنی قیمت لگا رہے ہو۔۔۔ کیا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ تم خود کو کھوتے جا رہے ہو اس چیز کے لئے جس کے نتیجے کا تمہیں علم نہیں۔۔“

"آپ سمجھ نہیں رہیں۔۔آپ مجھے نہیں سمجھ سکتی مام۔۔۔اس احساس کو نہیں سمجھ سکتی ۔۔۔کیونکہ آپ کبھی میری جگہ نہیں رہیں نہ۔۔انہوں نے پوری زندگی روز مجھے مسترد کیا ہے ۔۔۔۔مجھے زندگی میں اگر آگے بڑھنا ہے تو مجھے پہلا اپرول انہی کا چاہئے ہے"

مسز مرات کے چہرے پر آنسو لڑھک کے لکیریں بناتے گئے۔میں، محبت اور مسترد ہونے، ان دونوں احساسات سے واقف ہوں بیٹا، تبھی میں کہہ رہی ہوں محبت اور عزت کو زبردستی نہیں جیتا جاتا بیٹے۔"

"تو پھر کیا کروں میں۔۔۔"وہ غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔میز کے ہلنے پر چمچے کھنکھنائے۔"کیا اپنا مذاق بنتا ہوا دیکھوں۔۔اپنا تماشہ بنواؤں۔۔۔

"He thinks that I'm a failure. I need my father's approval! I need to prove that I'm not a failure!"

(میرا باپ سمجھتا ہے کہ میں ایک ناکام شخص ہوں، مجھے ان کے اپروول کی ضرورت ہے، مجھے انہیں بتانا ہے کہ میں ناکام انسان نہیں ہوں)

اسے سمجھانا بے کار تھا وہ جانتی تھی فی الحال اسے وہی کرنا ہے جو اسے صحیح لگتا ہے۔انہوں نے ایک افسردہ سی آہ بھری۔

"ٹھیک ہے جو کچھ تم حاصل کرنا چاہتے ہو کرو۔۔اس کے بعد کیا ہو گا۔۔؟؟تمہارے پاس دو نتیجے سامنے آسکتے ہیں۔یا تو تمہارے دل کو سکون مل جائے گا۔۔یا یہی سب تمہیں ایک ان دیکھے نا ختم ہونے والے بھنور میں دھکیل دے گا۔اور یہ تمہارا ہی ہیویرل پیٹرن بن جائے گا۔ کسی اور چیز کی تلاش میں جو تمہاری پہنچ میں نہیں ہو گی جو تمہیں کبھی نہیں مل پائے گی۔۔ لیکن تم اس کے پیچھے بھاگو گے جیسے اب بھاگ رہے ہو۔۔۔ایمر کچھ محبتیں ہماری نصیب میں نہیں ہوتی۔انہیں حاصل کرنے کے لئے انسان جب اپنی قیمت لگاتا ہے تو وہ یہ بھول جاتا ہے۔۔۔کہ یہ معاملہ نہ ختم ہونے والا ہے۔۔۔وہ ہر بار ایک نہ ملنے والی چیز کے لئے اپنے آپ کا سودا کرتا ہے ،یہ جانے بغیر کہ جس محبت اور عزت کا وہ طلب گار ہے وہ سب سے پہلے اسے اپنے آپ سے ہی مل سکتی ہے۔۔۔خود سے باہر نکل کر مانگو گے تو وہ پہنچ سے دور ہوتی چلی جائے گی۔۔اور پہنچ سے دور چیزیں ہمیشہ پر کشش لگتی ہے۔۔چمکتی ہوئی حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہر چمکتی چیز

سونا نہیں ہوتی۔۔ لیکن ہماری امیدیں ہمیں اس کے پاس لے جاتیں ہیں اور قریب جانے پر پتہ لگتا ہے کہ ہم دھوکے کا شکار ہوئے ہیں۔"

ایمر نے پلکیں جھپکی تھیں، دماغ سن سا ہو چکا تھا۔"مام آپ بات کر لیں گی نا۔۔۔؟؟؟"ان کی بات پر کوئی تاثر دیے بغیر اس نے سرخ پر امید سی نگاہیں ماں کے چہرے پر جمائیں۔ان کے ویران چہرہ اس کی جانب اٹھا،اور پھر ایک پھیکی درد بھری مسکراہٹ اس پر پھیل گئ۔

"ہمم۔۔"بند لبوں سے بس انہوں نے اتنا کہا تھا۔ایمر نے جھک کر ماں کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا،اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا،آس پاس چلتے پھرتے لوگوں کے ہجوم میں غائب ہو گیا۔وہ اسی جانب دیکھ رہی تھیں جہاں وہ غائب ہوا تھا،آنکھوں میں نمی ٹمٹماتے بلبوں کی طرح چمک رہی تھی۔(کچھ چیزیں انسان تب تک نہیں سمجھ سکتا جب تک خود ان سے گزر نہ جائے۔۔کچھ چیزیں دوسروں سے نہیں سیکھی جا سکتیں، کچھ تجربات خود کرنے پڑتے ہیں۔۔وہ اسے یہ نہیں بتا سکیں کہ وہ اسی کی طرح ساری کشتیاں جلانا چاہتی تھی۔۔۔اس محبت کی خاطر جو وہ مرات بیسیل سے پانا چاہتی تھی، جس کا احساس اس شخص نے ان کے دل میں ڈالا تھا۔۔۔لیکن اس محبت کی تلاش نے ان کی آنکھوں پر دھند پھیلا دی تھیں۔وہ آخر تک یہ سمجھتی رہیں کہ محبت ہی

مرات ہے۔ لیکن جب اس سے شادی ہوئی تو اس حقیقت سے آشنا ہوئی کہ محبت اور وہ شخص دو الگ الگ چیزیں تھیں۔ جس شخص سے انہیں اپنے لئے محبت چاہیئے تھی وہ تو سرے سے اس کے پاس تھی ہی نہیں۔ وہ اس کی محبت سے عاری ایک شخص تھا جس کی محبت صرف اپنے لئے تھی، وہ اسے دوسروں کو دینا نہیں جانتا تھا۔ تب اپنے دل کو جوڑنے کے لئے جس مرہم نے کام کیا تھا ،وہ ان کی خود سے محبت تھی، جس چیز کو وہ باہر تلاش رہی تھیں، جب انہیں خود میں محسوس ہوئی تو ایک راستہ سا کھل گیا تھا ان کے سامنے۔ چاہے انہیں مرات سے وہ محبت نہیں ملی لیکن اس تجربے نے انہیں خود سے محبت ضرور سکھادی تھی۔ آج یہ بات وہ اپنے بیٹے کو نہیں سمجھا سکیں اس لئے انہیں اسے جانے دینا صحیح لگا۔ کبھی کبھار تقدیر سے لڑائی نہیں لڑی جاسکتی، یہ ایک سخت استاد ہے جو جب کوئی سبق سکھانے پر تل جائے تو اسے انسان کو سیکھنا ہی پڑتا ہے ۔۔۔ چاہے اس کے لئے قیمت اپنے آپ کی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

◆◆◆

سورج اپنی نرم کرنیں موسٹر شہر سے پوری طرح سمیٹ چکا تھا۔ گول پتھروں سے بنے پل اور عمارتیں، جن کے آس پاس شفاف شیشے سا چمکتا پانی سرمئی مائل نیلے آسمان کا عکس دکھاتا تھا،

شہر میں درختوں کی بہتات شہر موسٹر کو کسی تصویر کی طرح مکمل کرتی تھیں۔ایلف تیز تیز چلتی تقریباً بھاگ رہی تھی۔اسے اچھی طرح پتہ تھا اسے کہاں جانا ہے۔۔۔یہ نام "داؤد سلطان ۔۔"ان کے دماغ میں ہلچل مچا گیا تھا۔اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔کہ اسے یہاں کارخ کرنا پڑے گا۔اسے امید تھی جس چیز کو وہ لینے یوں اچانک باہر نکل آئی تھی،وہ اپنی صحیح سلامت شکل میں ہو،لب چباتے ان کے چہرے پر فکر یہ سائے پھیلے تھے۔شہر موسٹر کے پرانے بازار سے گزرنے کے بعد ان کارخ ان چھوٹے جھونپڑیوں نما پکے گھروں کی جانب تھا۔یہاں غریب شہریوں کا بسیرا تھا۔اس جگہ کے گھر کافی پرانے تھے،شہر کے اس علاقے پر زیادہ کام نہیں کیا گیا تھا۔وہ اونچے نیچے رستوں سے ہوتی ہوئی چند گھروں کے عقب میں نصب ایک پوسٹ باکس تک آئی۔اس نے پوسٹ باکس کے برابر موجود بڑے سے پتھر کو سرکایا۔((اتنے سالوں بعد ۔۔۔کیا وہ یہاں موجود ہو گا۔۔۔؟؟اسے دیمک کھا نہیں گئی ہو گی)سوچتے ہوئے اس نے اسی جگہ پر جہاں سے پتھر ہٹایا تھا،وہاں موجود بارش کے باعث نم سی مٹی پر انگلی سے چاند سے ملتا جلتا ایک نشان بنایا تھا۔ایلف نے آنکھیں بند کیں۔(اف شائد یہ کام نہ کرے۔۔۔۔)دل گویا سینے سے باہر آنے کو تھا۔تبھی زمین میں گڑ گڑاہٹ سی ہوئی۔اس نے بوکھلا کر آنکھیں کھولیں۔جس

جگہ اس نے وہ نشان بنایا تھا۔وہاں زمین پر چوکور شکل میں کنارے سے ابھرنے لگے۔اس نے حواس باختہ ہوتے ہوئے ارد گرد دیکھا۔کوئی نہیں تھا وہاں، دور کچھ لوگ کھڑے تھے، لیکن اگر وہ اس کی جانب رخ کرتے بھی تو اسے دیکھ نہ پاتے، وہ اس خالی سنسان پڑے گھر کی اوٹ میں تھی۔زمین پر دھول سے اٹا زنگ آلود لوہے کا ڈبہ ابھر آیا تھا۔اب اس نے اس ڈبے پر کچھ الفاظ لکھے تھے۔عربی رسم الخط۔۔لیکن یہ عربی نہیں تھی، یہ پرشین زبان لگتی تھی۔زنگ آلود ڈبے کے ڈھکن کے پاس دھول سی ہوا میں تحلیل ہوئی۔اس نے ڈھکن کھول دیا تھا۔ہاتھوں کی لرزش پر اس کا کوئی قابو نہ رہا تھا۔اندر پڑے خط کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے اس کا دل ڈوبا۔ (کہیں لکھائی مٹ نہ گئی ہو) نئے اندیشے نے اسے پریشان کیا تھا۔خط ہاتھ میں لے کر اس نے ڈبڈاتی آنکھوں سے کھولا تھا، کئی دل دہلا دینے والے مناظر نظروں کے سامنے گھومے تھے۔خط کی لکھائی باریک تھی، کسی اور زبان میں لیکن پڑنے کے قابل۔

”داوود سلطان آخرین امید ماست من آن را به هر دوی شما تحویل داده ام، مسئولیت حفظ آن بر عهده شماست“

(داؤد سلطان ہماری آخری امید ہے۔اسے میں نے تم دونوں کے حوالے کیا ہے،اسے محفوظ رکھنا تم لوگوں کی زمہ داری ہے)

آسمان اس عورت کے سر پر آن گرا تھا، پھٹی پھٹی آنکھیں لئے وہ کچھ ساعتوں کے لئے ساکت بیٹھی رہی۔ پھر اس نے حواس بحال ہونے پر اس خط کو لپیٹا تھا۔اور گھٹنوں تک آتے ڈھیلے گاؤن کی جیب میں ڈال دیا" اس نے وہی عمل دوبارہ دہرایا جو کچھ دیر پہلے کیا تھا۔زمین پر وہی نشان بناتے ہی وہ لوہے کا ڈبہ زمین میں دھنس کر غائب ہو گیا تھا۔ایلف نے وہاں مٹی برابر کی اور اس بھاری پتھر کو واپس اپنی جگہ بمشکل دھکیل دیا۔اسے پریسہ کو خبردار کرنا تھا۔ورنہ وہ مشکل میں پڑ سکتی تھی۔اسے داؤد سلطان نامی شخص سے اسے خبردار کرنا تھا۔وہ اس سے نہیں مل سکتی تھی، وہ خطرے میں تھی۔

◆◆◆

حسن المغربی کی محل نما حویلی کی وسیع و عریض پارکنگ میں قطار در قطار گاڑیاں کھڑی تھیں ۔پوری حویلی سفید روشنی میں نہائی ہوئی تھی۔کچھ گاڑیاں حویلی کے قدآور بڑے لکڑی کے دروازے کے پاس تین زینوں کے قریب رکتی،آنے والے مہمان اترتے اور گاڑیاں آگے بڑھ

جاتی۔ حویلی کے بڑے سے لان میں سفید اور سنہری قمقمے لگائے گئے تھے۔ چاروں طرف چہل پہل تھی۔ اسی حویلی کے اندر کانفرنس روم میں طویل ٹیبل کے ایک کونے پر اپنی تخت نما کرسی پر براجمان حسن المغربی، مرات بیسیل سے محو گفتگو تھا۔

"میں تمہیں بڑی ہی کوئی توپ چیز سمجھ کے بیٹھا تھا، تم اس آج کے لڑکے سے ہار گئے ۔۔۔ چچ چچ بڑے ہی کوئی افسوس کی بات ہے، اور نقصان بھی کتنا کر بیٹھے ہو۔۔۔ بے وقوف آدمی۔۔۔۔"

مرات بیسیل کا جبڑا تن گیا، انہوں نے ٹیبل کے نیچے باہم ملے ہوئے ہاتھوں کو بھینچا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ "تمہارا بیٹا نہیں آیا۔۔" سگار ہاتھ میں تھامے اس نے ناک اور منہ سے بیک وقت نکلتے دھوئیں کے بادل ہوا کے حوالے کیئے۔

"نہیں باس وہ ابھی باہر سے آیا ہے تو کافی چیزوں سے ناواقف ہے۔۔۔" مرات بیسیل خجل سا ہوا۔

www.novelsclubb.com

"تو دو اسے واقفیت اس سب سے، کام دھندے پر لگاؤ۔۔۔" حسن المغربی نے ایک کش لیا تھا۔ "یہ لڑکا۔۔۔سلطان المغربی۔۔کیا تم اس بات سے باخبر تھے کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔۔۔؟؟" عمیق نظریں مرات پر جمیں۔

"نہیں باس۔۔۔مجھے تو خود عملے سے معلوم ہوا۔۔۔لیکن میں اس بات پر یقین نہیں کر پا رہا۔۔آپ کا بھتیجا تو معذور نہیں تھا۔۔؟"

"پتہ نہیں کہاں سے علاج کروا کے آیا ہے خبیث۔۔۔" سر جھٹک کر ایش ٹرے میں سگار کی راکھ جھاڑی۔ "اس مہینے میرا کافی نُقصان ہوا ہے مرات بیسیل۔۔وہ سیدھے ہو کے مرات کی جانب جھکے۔ "اس کی طرف سے مجھے چوکنا رہنا ہے۔۔کیونکہ جس طرح اس نے میرے ساتھ پہلا داؤ کھیلا ہے وہ کوئی عام آدمی نہیں لگتا، ضرور اس کے پاس آدمی ہیں، بیک اپ ہے پورا ۔۔ورنہ اتنی نازک معلومات اس گدھے کو کیسے مل گئی۔اسے پتہ کیسے چلا کہ ہم مکسیم کو جیل سے نکال رہے ہیں۔۔۔"

عالیشان کمرے کی فضا میں سگار کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ مؤدب بیٹھے مرات بیسیل کو سانس لینا محال لگ رہا تھا لیکن کچھ کہنے کی جرات نہ اس میں تھی اور نہ ارگرد کھڑے باڈی گارڈز میں۔

حسن المغربی کی مکار آنکھیں چمکی۔اس نے سونے کی انگوٹھیوں سے بھرے ہاتھ میں تھامی سگار ایش ٹرے میں ایک بار پھر جھاڑی۔ سرمئی راکھ فوراً سگار کو چھوڑتی بقیہ راکھ پے گری۔ مرات بیسیل اس کے ہاتھ سے نظریں ہٹا کے اس چہرے کو دیکھنے لگا۔جو ایک دم کسی احساس کے تحت پرجوش سا لگتا تھا۔

”تم کہہ رہے تھے تم نے ابھی تک یہاں اپنے بیٹے کا تعارف نہیں کروایا۔۔۔ہے نا۔۔“

یس باس۔۔۔اصل میں۔۔۔اس نے جلدی سے جواب دینا چاہا لیکن حسن المغربی کے اٹھے ہاتھ کے اشارے نے اسے بات جاری رکھنے سے روک دیا۔

”میں نے اس کے لئے کام ڈھونڈھ لیا ہے۔۔۔تم اسے یہاں بلواؤ فوراً۔آج کی پارٹی میں اس کی شرکت ضروری ہے۔۔۔“

”لیکن اس کا کام کیا ہو گا سر۔۔۔۔“مرات بیسیل غیر آرادہ سا پہلو بدل کے رہ گیا۔

”میرے بھتیجے کا سایہ بن کے رہنا ہے اسے۔۔۔ایک ایک منٹ کی خبر دے گا وہ مجھے ۔۔اس کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھے گا۔۔“آنکھیں چھوٹی کئے حسن المغربی کی آنکھیں بڑی سی کھڑکی کے باہر گھما گھمی پر تھی۔ویٹرز یونیفارم میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ باہر لوگوں

کے لئے وہ کھڑکی، بس ایک آئینہ تھی، جس میں کوئی نہ کوئی، اپنے عکس کو ہر کچھ دیر بعد ایک سرسری نظر سے دیکھتا تھا۔

"باس۔۔ کیا کسی تجربہ کار شخص کو رکھنا صحیح نہیں ہوگا۔۔ یعنی۔۔۔" لب بھینچ کے وہ تھوڑا کرسی پر ٹھیک ہو کے بیٹھا۔۔ "یعنی میرا بیٹا۔۔۔ اس سب میں آپ کے کام نہیں آسکے گا۔۔۔ نکما سا ہے، سچ پوچھیں تو اپنا بیٹا کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔۔۔"

"میں اسے موقع دے رہا ہوں، ایک مہینہ دوں گا میں اسے۔۔ اگر اس نے کام اچھے سے کیا، تو کام پے لگ جائے گا، نہیں تو اس کے ساتھ تمہیں بھی فارغ کر دوں گا۔۔۔ جس طرح تم نے خود کو اس لڑکے کے ہاتھوں دیوالیہ کیا ہے۔۔ اس کے بعد سے تمہیں یہاں رکھنا، کتے کا بچہ پالنے جیسا ہے، جسے صرف ادھر ادھر بھاگنا آتا ہے، شکار کی بو سونگنا نہیں۔"

"سر۔۔۔ میں۔۔" مرات بیسیل تاریک ہوتا چہرہ لئے ہڑبڑایا۔

"جاؤ اور جب میں باہر آؤں تو تمہارے بیٹے کی شکل مجھے دکھنی چاہئے۔۔۔" باس کے چہرے پر کرختگی تھی۔ مرات بیسیل سیاہ ٹکسیڈو کے کوٹ کا درمیانی بٹن بند کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے بے بسی اور غصے سے مٹھیاں بھینچی ہوئی تھی۔ اسی وقت حسن المغربی کے خاص ویٹر نے

دوسرے دروازے سے داخل ہو کے مؤدب انداز میں اپنے مالک کے سامنے گول سنہری ٹرے رکھی۔ جس میں شیشے کی چمکتی شیمپئن کی بوتل رکھی تھی۔ بوتل اور گلاس پر مہرون رنگ کا ریشمی ربن باندھا گیا تھا۔ ویٹر بوتل کھولنے لگا تو اس کرخت صورت آدمی نے اسے منع کیا۔ اس کی چبھتی نگاہیں کانفرنس روم سے نکلتے مرات بیسیل کی پشت پر تھی۔ لیکن دماغ سلطان مغربی کے مکسیم کو مع سارے سامان کے گرفتار کرنے پر اٹکا ہوا تھا۔ اس نے بند دروازے سے نظریں ہٹائیں، اور شیمپئن کی بوٹل ہاتھ میں تھامی۔

Louis Roederer Cristal۔۔ اس نے برانڈ کے نام پر سرسری سی نظر دوڑائی، ایسے مہنگے تحفے اسے ملنا عام بات تھی۔ پھر وہ پر سوچ نظریں لئے بڑبڑایا۔

(سلطان۔۔ ماننا پڑے گا۔۔۔) اب وہ گلاس میں سرخی مائل سیاہ محلول انڈیل رہا تھا۔ (کام کے بندے ہو ویسے۔۔)۔ باہر لان میں ٹمٹاتی روشنیوں اور رنگ برنگی لوگوں کے درمیان بجھا ہوا چہرہ لئے مرات بیسیل کا جبڑا تنا ہوا تھا۔ اس نے کوٹ کی جیب سے اپنا سیل نکالا، اور جو نمبر ڈائل کیا وہ ایمر کا تھا۔ ہاں اسی کو جسے کچھ دن پہلے وہ گھر سے نکال چکا تھا۔

◆◆◆

تیز ٹھنڈی ہوا ایک آواز سی پیدا کرتی ارد گرد گرے ہوئے پتوں کو فضا میں نچانے لگی۔

اس کے کھلے بال بکھرے بکھرے سے پیچھے لہرا گئے۔(یہ کتاب، اس کا یہاں ہونا۔۔۔ کیا یہ بھی کوئی اشارہ ہے۔۔)آنکھیں الجھتی ہوئی، کتاب کا جائزہ لے رہی تھیں۔وہ ساکت تھی، لیکن اس کے ارد گرد کی فضا کسی خاص حرکت میں۔ایسا لگتا تھا جیسے اس کی زندگی احتیاط سے بنایا گیا کوئی پزل ہو، وہی جسے اب تک، ٹکڑے، ٹکڑے کئی سالوں سے وہ جوڑتی چلی آ رہی تھی۔ لیکن اب کچھ وقت سے ایسا لگ رہا تھا، جیسے کسی نہ دکھائی دینے والی قوت نے اس پزل کو اس کے ارد گرد پھر سے بکھیر دیا تھا۔اسے کسی ایسے کنارے لا کھڑا کیا تھا جہاں وہ اس فکر یہ سوچ میں تھی کہ، زندگی کی جو پزل پکچر وہ بنا رہی تھی کیا وہ اسے کبھی سمجھ پائی تھی۔یا وہ بس اندازاً ٹکڑے جوڑتی چلی آئی تھی۔"کیا میں غلط ٹکڑے جوڑ رہی تھی۔۔۔؟؟"اس نے کانوں میں اپنی سرسراتی ہوئی سرگوشی سنی۔اس کی انگلیاں کتاب کے گرد آلود چمڑے کے کور پر پھسلیں۔کوئی انہونا سا احساس اس کے جسم میں سرائیت کر گیا۔دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے ایک گہری سانس لی اور کتاب کھول دی۔کتاب کے صفحات ضعیف سے تھے، گویا صفحات پلٹنے پر پھٹ جائیں گے۔اس نے محتاط انداز میں سارے صفحات پکڑ کے تیزی سے پلٹنے دیے۔وہ کتاب کسی

www.novelsclubb.com

ایسی زبان میں لکھی گئی تھی جس سے وہ نابلد تھی، عربی رسم الخط، وہ اسے پڑھ پا رہی تھی جیسے عربی بنا سمجھے پڑھی جاتی ہے، لیکن وہ زبان اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ دفعتاً پلٹتے صفحات میں رکھے اس لفافے نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ اس نے کرسی پر عجلت سے بیٹھ کے انہیں صفحات کو کھولا اور لفافہ نکال کے الٹا پلٹا۔ لفافے کا کاغذ نیا تھا، اس پر مخصوص لائننگ تھی۔ (یہ تو دیدا کا لفافہ ہے۔۔۔) ایک جھماکے سے شمس الدین کی دراز میں رکھے گئے ایسے ہی کئی اور خالی لفافے ذہن کے پردے پر ابھر آئے۔ وہ انہیں وقتاً فوقتاً استعمال کیا کرتے تھے۔ دل کی دھڑکن اتنی تیز ہوئی گویا کانوں میں دھڑک رہا ہو۔ اس کے ہاتھ کپکپانے لگے۔ لفافے کا تکونی سرا کھول کے اس نے اندر سے وہ صفحہ نکالا جسے تین تہہ لگا کے لفافے میں ڈالا گیا تھا۔ خشک لبوں کو تر کرتے اس نے صفحے کو کھول کے سامنے کیا۔ اب وہ بآسانی اسے پڑھ پا رہی تھی۔

"میری پیاری سنڈریلا۔۔۔۔۔۔!!!

پہلی سطر پڑھتے ہی اس کے دل کو کچھ ہوا۔ آنکھیں بھر آئیں۔ لب بھینچ کے اس نے پلکیں جھپکیں اور مزید پڑھنا شروع کیا۔ کاغذ کپکپاتی انگلیوں کے باعث لرز رہا تھا۔

"شائد تمہارے ساتھ رہنے کا وعدہ میں پورا نہ کر پاؤں، لیکن تمہیں میرا ایک وعدہ پورا کرنا ہے۔۔ یہ خط میں جلدی میں لکھ رہا ہوں اور تمہاری اچانک آمد سے ڈر رہا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ اِس وقت تمہیں کسی فکر میں ڈالوں۔ کیونکہ جانتا ہوں کے واقعات خود بخود تمہیں تیار کر دیں گے۔ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو کسی جھوٹ اور فریب کی مانند لگے گی تمہیں۔ لیکن اس حقیقت سے لڑنے اور اسے نظر انداز کرنے پر وقت ضائع کرنے کے بجائے تمہیں چوکنا رہنا ہے، یہ واقعات تمہارے لئے بریڈ کر مبز کی طرح ہیں، تمہیں یہ اس طرف لے آئیں گے جہاں تمہاری ضرورت ہے۔ خود کو آنے والے وقت کے لئے تیار رکھنا ہے۔"

اس نے چہرے پر پھسلتے آنسو کو دائیں ہتھیلی کی پشت سے صاف کیا۔ لب کپکپا رہے تھے۔ آنکھوں کے پپوٹے گلابی ہو چکے تھے۔

"اپنی ماں اور بہن کا خیال رکھنا، ان کو کسی قسم کی تکلیف مت ہونے دینا پریسہ۔۔ تمہارے پاس جو رشتے ہیں انہیں جاننے سے پہلے ان سے متنفر ہونے کی غلطی مت کرنا۔ میری سنڈریلا کو خوش رہنا ہے ورنہ میری قربانی ضائع جائے گی بیٹے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

قربانی۔۔۔؟؟ وہ بڑبڑائی۔ کیسی قربانی۔۔۔؟؟۔ وہ اس لفظ پر الرٹ سی ہوئی تھی۔ اس نے دو تین دفعہ وہ سطر پڑی تھی لیکن کچھ سمجھ نہیں پائی۔ ایکدم خیالات نے پلٹ کھائی، اور اسے شمس الدین کے کمرے میں پھیلا خون یاد آیا۔ وہ لڑکھڑائی۔

"کیا کوئی مجھے مارنے والا تھا۔۔۔؟؟ کوئی میرے پیچھے تھا کیا۔۔۔؟؟" خود سے ہم کلام اس نے ایک جھرجھری سی لی اور ایک سرد سا احساس اسے منجمند کرتا اس کے اوپر سے گزر گیا۔ اس نے جسم پر کھڑے ہوتے بالوں کے احساس کو کندھوں پر دونوں ہاتھ پھیر کے زائل کرنا چاہا۔

درختوں پر بیٹھی چہچہاتی ایک چڑیا کی چہچاہٹ کاغذ تھامے اس شہدرنگ بالوں والی لڑکی کی آنکھوں میں اترے ہوئے خوف کو دیکھ کے رکی۔ جواب پھر سے اس کاغذ پر لکھی ہوئی سطروں میں کھوئی ہوئی نظر آتی تھی۔ چڑیا ہوا سے ہلتی شاخ پر ادھر ادھر پھدکنے لگی اور پھر۔۔ پھر سے اڑ گئی۔

"تمہاری خوشی مجھے تمہارے دل میں زندہ رکھے گی۔ میں بالکل تمہارے قریب ہوں ، تمہارے دل میں۔ دیکھو تم محسوس کرو۔ جب تمہیں حالات تنگ کرنے لگے تو دل پے ہاتھ

رکھ کے وہ سب کہہ دینا جو تم مجھ سے کہنا چاہتی ہو۔میں ہمیشہ تمہیں جواب دوں گا تمہاری دھڑکن کی صورت میں۔۔۔"

آخری سطر پڑھ کے اس نے وہ خط سینے سے لگایا تھا۔آنسو نہ رکنے والی بارش کی طرح اس کا چہرہ بھگوئے جا رہے تھے۔اس کی ہچکی سی بندھ گئی۔اس نے گھٹنوں پر رکھی وہ پرانی کتاب اٹھائی۔اور ایک دم اسے بوسیدہ کور والی ڈائری کا خیال آیا،جو داؤد سلطان کے پاس تھی۔اور داؤد سلطان کے ذہن میں آتے ہی ایلف کی آواز آس پاس گونجی۔

"تمہیں اسے واپس لے کر آنا ہے پریسہ ورنہ دیر ہو سکتی ہے۔۔"وہ اچھل کے کھڑی ہوئی۔

خط کو کتاب میں دبا کے کتاب اس نے اسی دراز میں چھپائی۔اور میز پر رکھی نوٹ بک اٹھائی جو کچھ دیر پہلے ایلف نے پڑھی تھی۔(لیکن ایلف حانم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہیں کہ یہ میں نے کیا ہے۔۔وہ بھی نوٹ بک میں کچھ بھی لکھ کے)نوٹ بک کو جیب میں رکھتے ہوئے وہ سوچوں میں الجھتی ہوئی گیسٹ ہاؤس کی جانب بڑھی۔(پچھلی بار بھی وہ غلط نہیں تھی،اگر میں واقعی کسی جادوئی بھنور میں پھنس چکی ہوں تو یہ جاننے کے لئے مجھے دوسری سطر وہیں لکھنی ہے جہاں وہ غائب ہوا تھا۔)خیال ہی خیال میں خود سے مخاطب وہ اپنا پرس اور کوٹ لینے اندر جا رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

واپسی پر اسے کچھ گراسری شاپنگ کرنی تھی۔ فلورل شاپ ایلف خانم کی مدد کی وجہ سے کافی اچھی چل رہی تھی۔ لیکن اس سے پہلے اسے جاننا تھا کہ وہ اسے واپس لا سکتی ہے یا نہیں۔ اندر گیسٹ ہاؤس میں پہنچ کر اس نے عجلت میں اپنے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اور ہینگر میں ٹنگا اپنا کوٹ پہننے لگی۔

◆◆◆

دوپہر شام میں کب ڈھلی موسٹر شہر کے رہنے والے، پورے دن پھیلی اس ٹھنڈی چھایا کے باعث محسوس نہ کر پائے، موسٹر کے جنگلات کی جانب جہاں بچھیں سیاہ سڑکیں موسٹر کے پڑوسی شہر کو جاتی تھیں، اکثر سنسان رہتی تھیں۔ تبھی ایک سفید کیب درمیانی رفتار میں چلتی ہرے بھرے جنگلات کی حدود کے پاس رکی۔ خاکی رنگ کا لمبا کوٹ اوڑھے شہد رنگ بالوں کو جوڑے میں لپیٹے وہ گاڑی سے عجلت میں باہر نکلی۔ ڈرائیور نے حیرت سے پہلے اسے دیکھا اور پھر گردوپیش کا جائزہ لیا۔

"میڈم کیا واقعی یہی ڈیسٹینیشن ہے آپ کی۔۔۔"

"جی یہی ہے۔۔آپ جا سکتے ہیں، اس نے تازہ مسکراہٹ چہرے پر سجائے شیشے پر جھک کے اسے جواب دیا۔اور سیدھی ہو کر اطراف پر سرسری سی نظر ڈال کے جھیل کی جانب قدم بڑھائے، چہرے پر لہراتی کچھ آوارہ لٹوں کو کانوں کے پیچھے اٹکایا۔پاس ہی سے پانی کے گرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ یہاں جنگل میں جابجا جھرنے تھے۔اور اسی بدولت ہوا میں خنکی، اور جنگل کی ہریالی کے باعث تازگی تھی۔اس نے ایک سانس لی۔جو فضا میں سفید بھاپ بناتی گئی۔ گول گول پتھروں پر چلتے، اس نے اس ساکت جھیل کو دیکھا۔پھر جیب سے نوٹ بک اور پین نکالا۔اس کا رخ اب جھیل کے مقابل کھڑے پرانے بلوط کے درخت کی جانب تھا۔تنے کے پاس صاف پتھروں کے اوپر بیٹھ کے اس نے نوٹ بک کھولی۔پھر اپنی لکھی گئی سطر پر نظر دوڑائی۔

"اگر میرا ہر لفظ چابی ہو، تو میں اس سے ان بند دروازوں کو کھولنا چاہوں گی جو میری شخصیت کے رازوں تک جاتے ہیں"

(اف۔۔ضرورت کیا تھی مجھے یہ لکھنے کی۔۔۔اب اس کی دوسری سطر کیا ہو گی۔۔)۔

www.novelsclubb.com

اس نے دو دفعہ وہ سطر پڑی، ایک عجیب سی الجھن اس کے اندر تک پھیل گئی تھی۔ دماغ بالکل خالی تھا۔ اس نے ایک تھکن زدہ سی سانس لی اور سر درخت کے تنے سے ٹکا کر آسمان کو دماغ کے اندر تک الجھی پر سوچ نظروں سے دیکھا۔ اگر میرے الفاظ کسی کو کہیں بھیج سکتے ہیں ۔۔ تو وہ "کہیں" کوئی جگہ ہے کیا۔۔۔" اور اسی خیال کے ساتھ یک لخت ایلف حانم کی بات اس کی کانوں میں گونجی۔ "اگر میں کہوں کہ یہ دنیا کسی اور دنیا کا جہنم ہے۔۔۔۔"۔ وہ چونکی ،اور چوکنی ہو کے بیٹھ گئی۔ "اوہ۔۔۔!!" دونوں ہاتھ منہ پر ٹھہر گئے۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئی۔ "کیا میں نے اسے کسی اور دنیا میں بھیج دیا ہے۔۔۔۔؟؟"۔ یہ خیال آتے ہی وہ تھوڑا مرجھائی۔ گھٹنوں کے گرد باہیں لپیٹ کے اس نے گھٹنے پر تھوڑی ٹکا دی۔ (میں بھی کیا اول فول سوچنے لگی ہوں۔۔ دوسری دنیا کہاں سے آگئی)

"اف۔۔۔ یار۔۔۔۔" وہ الجھتے ہوئے اونچی آواز میں چلائی۔ اس کی آواز نے اس کے ارد گرد بازگشت سی کی۔ (دیدا نے کہا تھا کہ یہ واقعات حقیقت ہیں۔۔ مجھے ان پر یقین کرنے کے لئے خود سے لڑنا نہیں چاہئے) اس نے آنکھیں موندیں۔ اور خود کو حتی المکان پر سکون کرنے کی کوشش کی۔ (مجھے ان پر یقین کرنا ہے۔۔۔)۔ اب اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ارد گرد پھیلی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ڈھلتی شام کی روشنی پہلے پہل اس کی آنکھوں میں چبھی، لیکن پھر آنکھیں اس روشنی کی عادی ہو گئی۔

"تو مجھے اسے اس دنیا سے واپس لانے کے لئے کیسی سطر لکھنی چاہئے۔۔" خود سے ہمکلام ، پاس پڑی نوٹ بک اٹھائی۔اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔"کیا الفاظ میں اتنی طاقت ہو سکتی ہے۔۔۔کہ وہ کسی کو دوسری دنیا بھیج دیں۔" اسے ایلف حانم کی آنکھوں میں پھیلا، احساس یاد آیا، جیسے وہ اسے مزید دیر کرنے سے روک رہا ہو۔

"کیا میرے الفاظ نے کسی دروازے کو کھول دیا ہے۔۔" اس نے آنکھیں بند کر کے سوچا۔ زہن کام کرنے لگا تھا(شائد میرے الفاظ نے کوئی راز ظاہر کیا ہے جو میری شخصیت سے جڑا ہوا ہے)۔

۔اس نے پتھر پر پڑا اپنا پین اٹھایا اور عجلت سے انگلیوں میں تھاما، مبادا ذہن دوبارہ الفاظ سے خالی نہ ہو جائے، اس نے لکھنا شروع کیا۔

"اور اگر کبھی میرے رازوں کی سچائی برداشت کرنے کے لئے بہت بھاری ہو جائے، تو میرا ہر راز ایک راستہ بن جائے بوجھ نہیں، جو مجھے حقیقی منزل کی طرف لے جائے۔"

www.novelsclubb.com

دوسری سطر لکھ دینے کے بعد وہ مکمل نظر آتی تھیں۔اب وہ سطریں ایک ساتھ مل کر ایک نیا مطلب بیان کر رہی تھیں جو مکمل تھا۔

بنا بارش کے کسی آثار کے آسمان زور سے گرجا، گویا اس گرج نے ہر چیز کو ہلا کے رکھ دیا ہو۔

وہ دہل اٹھی۔بے تاب نظریں جھیل کے ہل چل مچاتے پانی پر تھیں۔وہ تیزی اٹھ کھڑی ہوئی ۔اور بلوط کے چوڑے تنے کے عقب میں چھپ گئ۔آنکھیں زور سے میچ دیں۔گویا وہ کچھ بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔اسے کھانسنے کی آواز سنائی دی۔نوٹ بک سینے پر سختی سے بھینچے اس نے تنے کی اوٹ سے جھیل کی جانب دیکھا۔اور وہ اپنی جگہ منجمد ہو گئ۔کسی نمک کی مورتی کی طرح ، گویا ہاتھ لگانے پر ڈھے جائے گی۔وہ پانی میں بھیگا، کھڑا تھا۔ماتھے پر چپکے نم بالوں سے پانی اس کے چہرے پر گرتا چلا جا رہا تھا۔اس نے کچھ حیرت سے ارد گرد اور پھر سر پر ہاتھ رکھ کے گویا اس سب کو سمجھنے کی کوشش کی۔وہ سرعت سے جھیل کے پانی کو ادھر سے ادھر دیکھے جا رہا تھا گویا کچھ ڈھونڈ رہا ہو۔"نہیں۔۔۔ابھی نہیں۔۔۔" سرمئی آنکھوں میں الجھن لئے وہ بڑبڑایا۔

جو چیز پریسہ کو منظر میں واپس لائی وہ اس کا لباس تھا۔اس نے غور سے اسے دیکھنے کے لئے بلوط کے تنے پر ہاتھ رکھ کے ،پتوں سے لدی اس شاخ کو نیچے کیا، جس کی وہ اوٹ میں تھی۔داؤد

سلطان فوراً سے آواز کی جانب گھوما۔کچھ دیر اس طرف دیکھنے کے بعد اس نے اسی جانب قدم بڑھائے۔اس نے ٹہنی کو چھوڑنے کی غلطی نہیں کی۔ ٹہنی کے حرکت کرنے پر وہ اس کی موجودگی کو بھانپ سکتا تھا۔اس کا ہر اٹھتا قدم اسے اس کے نزدیک کر رہا۔اس کی سانس رکی۔ لب کاٹتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے دعا کی۔(نہیں۔۔۔۔اس طرف مت آنا۔۔اس طرف مت آنا)۔

دفعتاً وہ رکا، کچھ ہی فاصلے پر کھڑی اس کی گاڑی نے اس کی توجہ کھینچ لی۔وہ ٹھٹک کر رکا۔ آنکھوں میں کئی نہ سمجھ آنے والے سوالات کا تاثر تھا۔پھر اس نے ایک نظر بلوط کے درخت کی اس ٹہنی کو دیکھا اور اپنی گاڑی کی جانب پلٹ گیا۔اس نے گاڑی کے دروازے کو ہاتھ سے چھوا تھا۔گاڑی کی لائیٹس جلی اور بجھیں۔دروازہ کھولتے ہی وہ اندر بیٹھ گیا،اس کی حرکت میں تیزی سی تھی۔ لیکن اس کا لباس،اسے غور سی تکتی پریسہ کو حیرت میں ڈال رہا تھا۔اس نے ایک مخملی سی جیکٹ پہن رکھی تھی، جس کے کھلے بٹنز سے اندر پہنی سفید شرٹ واضح تھی۔ لیکن اس شرٹ کو ڈوریوں سے باندھا گیا تھا،اور سیاہ مخملی شرٹ کے بٹنز سے بھی ویسی ہی ڈوریاں جڑی

ہوئی تھیں۔(اس کالباس۔۔۔یہ لباس میں نے کہیں دیکھا ہے۔۔۔)،کچھ یاد کرنے کی کوشش کرتے اس نے اس کی گاڑی کو وہاں سے مڑتے دیکھا۔

"رومیو۔۔۔" وہ بڑبڑائی۔اس نے اب غائب دماغی سے جھیل کو دیکھا۔"رومیو اینڈ جولیٹ۔۔" وہ تیزی سے بولتے ہوئے درخت کی اوٹ سے باہر نکل آئی۔(ایسالباس رومیو اینڈ جولیٹ کی مووی میں رومیو کا ہوتا ہے۔۔)۔اس نے چاروں اطراف پر ایک گہری طائرانہ نظر دوڑائی۔"کیا یہ ڈرامہ تھیٹر سے آرہا ہے۔۔۔"اس نے سر جھٹکا۔لیکن اگلے ہی لمحے وہ رکی۔

"ایلف خانم ٹھیک تھیں۔۔اسے میں نے ہی لاعلمی میں بھیج دیا تھا۔۔"اس کی خود کلامی سرسراتی ہوئی تھی۔خود اس کے لئے بھی اجنبی۔دماغ ان نہ سلجھنے والی گتھیوں میں الجھ رہا تھا۔(مجھے امید تھی یہ سب دوبارہ نہ ہونے کی۔۔۔)ایلف کی اس بات کو سوچتی ہوئی وہ چونکی۔(میں اس سب کو دوبارہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔پریسہ۔۔،میں تمہارے ساتھ وہ سب ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتی جو تمہاری ماں کے ساتھ ہوا تھا۔)

اس نے الجھتے ہوئے اپنے بال بگاڑے۔"کیا ہوا تھا ان کے ساتھ۔۔۔کیا ہوا تھا میری ماں کے ساتھ۔۔جو میرے ساتھ نہیں ہونا چاہئے۔۔۔)۔آنکھوں میں فکر لئے اس نے کوٹ کی

جیب سے اپنا سیل فون نکالا۔اور گھر میں رکھے فون کا نمبر ڈائل کیا۔فون کان سے لگائے وہ اس جھیل کو دیکھ رہی تھی۔ نجانے اس کے نیچے کیسی دنیا تھی۔فون کی گھنٹی تین چار دفعہ بجتی گئی، پھر دوسری طرف سے ایلف حانم کی آواز سنائی دی۔

"آپ سچ کہہ رہی تھیں حانم۔۔۔"لب بھینچتے ہوئے اس کی آنکھیں نم ہوئی۔

"کیا مطلب۔۔۔؟؟کیسا سچ۔۔؟؟۔وہ دوسری جانب اچانک اس غیر متوقع بات پر چونکی۔

"آپ نے کہا تھا۔۔میں اسے واپس لاسکتی ہوں حانم۔۔۔وہ۔۔۔وہ واپس آگیا ہے"

"تم کہاں ہو پریسہ۔۔۔"ایلف نے اس کی بات ختم ہونے کا انتظار نہ کیا اور بے چینی سے پوچھا۔

"جھیل کے پاس۔۔۔"

"کیا اس نے تمہیں دیکھ لیا پریسہ۔۔۔اسے پتہ تو نہیں چلا نہ پریسہ۔۔"وہ خوفزدہ لہجے میں اتنی زور سے چلائی تھیں کہ وہ بھونچکا کے رہ گئی۔

"نہیں اسے کچھ نہیں پتہ اس بارے میں۔۔"

www.novelsclubb.com

"پریسہ تمہیں اسے اس بات کی بھنک تک نہیں پڑھنے دینی۔۔ سمجھ گئی نہ۔۔ تمہیں اس بات کو کبھی بھی کسی کے سامنے نہیں کرنا۔۔نہ اپنی کسی حرکت سے اسے واضح کرنا ہے۔۔ورنہ تم مشکل میں پڑ جاؤ گی۔ تم بہت بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گی۔۔۔ تم گھر آجاؤ فوراً۔

"حانم۔۔۔ لیکن اس کا لباس۔۔وہ کسی اور ہی لباس میں تھا۔اولڈ فیشنڈ۔۔کیا اس دنیا میں تھیٹرز ہوتے ہیں۔۔حانم۔۔"

"ہوتے ہیں۔۔ لیکن وہ تھیٹر سے نہیں آرہا۔۔۔"

"تو پھر اس کا لباس ایسا کیوں ہے۔۔۔آپ مجھے ایک ہی دفعہ میں سب کچھ بتا کیوں نہیں دیتیں۔کیوں مجھے الجھن میں ڈال رہی ہیں۔پلیز مجھے بتائیں میری ماں کے ساتھ کیا ہوا تھا،اور میرا اور آپ کا ہرنوں سے کیا تعلق ہے۔۔۔"

"پریسہ۔۔۔۔"ان کی آواز میں تھکن سی تھی۔"مجھے معاف کر دو لیکن میں نہیں بتا سکتی ۔۔۔"

"کیوں۔۔۔؟؟ کیوں نہیں بتا سکتیں۔۔"

"ہم مشکل میں پڑھ جائنگے پریسہ۔۔"انکا لہجہ گیلا تھا۔

"تو یعنی حقیقت جاننے کے لئے مجھے وہاں خود جانا ہو گا۔۔۔اور شائد دیدا۔۔۔دیدا وہی ہیں ۔۔ تبھی وہ مجھے مدد کے لئے پکار رہے تھے۔۔"

"نہیں پریسہ۔۔۔تم وہاں جانے کا سوچنا بھی مت۔۔۔وہ جگہ تمہارے لئے خطرناک ہے" وہ جلدی جلدی بولی تھیں۔"پریسہ گھر آؤ تم۔۔۔"

اس نے جسم پر چھائی تھکن گردن دائیں بائیں موڑ کے اتارنی چاہی۔

"آ رہی ہوں۔۔۔"وہ غائب دماغی سے اتنی آہستگی سے بولی تھی کہ ایلف اسے سن نہ پائی۔

"پریسہ۔۔۔ہیلو۔۔۔تم سن رہی ہو نا۔۔ہیلو۔۔۔"وہ بے تاب لہجے میں تقریباً چلا رہی تھیں۔اس نے کال ڈسکنکٹ کر دی تھی۔

اسے اس پزل کو کسی بھی طرح سلجھانا تھا۔اب اسے خود کے خطرے میں پڑ جانے کی کوئی فکر نہیں تھی۔اسے اپنے دیدا کو ڈھونڈنا تھا اور اپنی ماں کی سچائی جاننی تھی۔اور اس کے لئے اس کے پاس ایک ہی راستہ تھا۔اس دنیا میں جانے کا، جہاں سے داؤد سلطان گزر کے آیا تھا۔

◆◆◆

ہوٹل گرینڈ کے قریب ڈھلتی ہوئی جامنی شام، نے ٹھنڈک پھیلادی تھی۔ تبھی داخلی دروازے کے قریب ایک سفید گاڑی آکے پارکنگ لاٹ کی جانب بڑی، گاڑی پارک کرنے کے بعد وہ تیزی سے باہر نکلا۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتے اس نے داخلی دروازے سے پہلے بنی تین چار سیڑھیاں ایک جست میں ہی پار کی اسے ارد گرد کی پرواہ نہیں تھی، اسے وہ ڈائیری چاہیئے تھی۔ آس پاس کھڑے لوگوں نے کچھ حیرت اور کچھ مسکراتی نظروں سے ایک دوسرے کے کانوں میں سرگوشیاں کیں۔ ریسیپشن پر بیٹھی لڑکی حیرت سے کھڑی ہوگئی، لیکن وہ دروازے سے گزر چکا تھا۔ (کیا یہ ایکٹر ہے۔۔۔ مجھے کیسے نہیں پتا چلا۔۔ لگتا ہے شوٹنگ کے درمیان سے آنکلا ہے۔۔) اس نے کندھے اچکائے۔

کچھ ہی دیر میں وہ اپنے سوئیٹ کے باہر کھڑا دروازہ ناک کر رہا تھا، کوئی جواب نہ ملا تو اس نے دو تین دفعہ مزید ناک کیا۔ کچھ ہی دیر میں کارڈ سوائپ کرنے والی جگہ کے پاس لگے سپیکر میں سے طارق کی نیند سے بھری آواز گونجی۔ ”یس۔۔۔ کہیئے۔۔“

”دروازہ کھولو۔۔۔“ اس کی آواز پر اندر انٹر کام کے پاس کھڑا نیند سے بوجھل طارق اچھلا۔ اور اس نے آگے بڑھ کر جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ (نجانے یہ شخص انہیں وہاں سڑتا ہوا چھوڑ

کے ایک دن سے کہاں غائب تھا۔۔)۔دروازہ کھلتے ہی جب اس کی نظر داؤد سلطان پر پڑی وہ ششدر رہ گیا۔وہ بھیگا ہوا تھا۔ناک سردی کے باعث سرخ پڑ رہی تھی اور باقی چہرہ برف کی مانند ۔اس کے لباس کو دیکھ کر بچی کچی نیند بھی ہوا ہو گئی۔

”تو تم کسی سیکرٹ مشن پر تھے۔۔۔“اس نے نیچے سے اوپر اس کا جائزہ لیتے تھوڑی کھجائی ۔جیسے اسے سب سمجھ آرہا تھا۔

”باتیں بعد میں کرنا۔۔سامنے سے ہٹو۔۔“وہ اسے ایک ہاتھ سے پیچھے کرتا اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔طارق دروازہ بند کر کے جمائی لیتا سست قدموں سے صوفے تک آیا اور گرنے سے انداز میں اوندھا لیٹ گیا۔کچھ دیر قبل آنکھوں سے غائب ہوتی نیند واپس لوٹ چکی تھی۔اس کے آتے ہی نجانے وہ اتنا پر سکون کیسے محسوس کرنے لگا تھا،آنکھیں موندتے ہوئے اس نے یہ بات سوچی تھی لیکن پھر سر جھٹک کر سونے کی کوشش کی۔کمرے سے چیزیں الٹنے پلٹنے کی آواز آرہی تھی،اس نے اپنے نیچے دبا کشن اٹھا کر کان پر رکھ دیا۔آنکھیں بند ہونے لگی تھیں کہ داؤد کی آواز اس کے قریب گونجی۔

"میری سائیڈ ٹیبل پر ایک ڈائری رکھی تھی۔۔۔دیکھی ہے تم نے۔۔" اس نے کشن اس کے ہاتھ سے چھین کر دوسرے صوفے پر پھینکا۔طارق نے برا منہ بناتے ہوئے کروٹ لی۔

"جب تک تم نہیں تھے سب کچھ بہت پر سکون تھا۔۔۔ایک دن۔۔۔ایک دن۔۔پورا سکون سے۔۔"

"طارق۔۔۔میری سائیڈ ٹیبل پر ایک ڈائیری رکھی تھی۔۔" وہ اب اونچی آواز میں بولا تھا۔

"کہاں ہے وہ ڈائیری۔۔۔؟؟"

طارق اس کے تیز لہجے پر اٹھا۔پھر ادھ کھلی آنکھوں سے پتلیاں سکیڑے اسے دیکھا۔اور منہ پر ہاتھ پھیر کر ایک انگڑائی لی۔

"اتنی سردی میں تم ان گیلے کپڑوں میں کیسے رہ رہے ہو۔۔۔مشن ختم ہو چکا تو کپڑے بدل لو بس۔۔اور مجھے سونے دو بہت تھک گیا ہوں۔۔" دوبارہ صوفے پر لڑھکنے ہی لگا تھا کہ داؤد نے اس کو گریبان سے پکڑ کر سیدھا کیا۔"اٹھو منہ دھو کر آؤ۔۔۔۔"

طارق نے اپنا گریبان اس سے چھڑایا۔"شیر منہ نہیں دھوتا۔۔۔" اکڑتے ہوئے اس نے اپنا گریبان جھاڑا۔

"گدھا بھی نہیں دھوتا۔۔" استہزائیہ لہجے میں کہتے داؤد نے اسے گریبان سے اٹھا کے کھڑا کیا۔اب وہ اسے اوپن کچن کے سنک کی طرف جاتے دیکھ رہا تھا۔منہ پر گرم پانی کے چھپاکے مار کے اس نے پاس ہی ٹشو بکس سے ٹیشو نکالے اور چہرہ خشک کرنے لگا۔"اف۔۔۔تم ان گیلے کپڑوں میں کیسے گھوم رہے ہو۔۔۔۔ویسے ایک بات کہوں۔۔۔۔" اسے اوپر سے نیچے دیکھا۔"فی الحال تم سیکرٹ ایجنٹ کم اور رومیو زیادہ لگ رہے ہو۔۔۔۔لیکن" طارق نے ہاتھ فضا میں روکنے والے انداز میں اٹھایا۔"تم یہ سن کے خوش مت ہونا کیونکہ تمہارے جیسا بدبخت، بے ادب اور بدتہذیب رومیو میں نے آج تک نہیں دیکھا۔تم اپنی جولیٹ کو۔۔۔" شاک ہونے کی بھرپور ایکٹنگ کرتے وہ داؤد کی جانب آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہا تھا۔"گھنے خطرناک جنگل میں جھیل کے کنارے اکیلے کیسے چھوڑ سکتے ہو۔۔۔تم نہیں جانتے وہاں خطرناک جنگلی جانور ہوتے ہیں، جو تمہاری جولیٹ کو کھا سکتے ہیں، شکر کرو تمہارے بگڑے کام سنوارنے کے لئے میں ہوں" سینے پر ہاتھ باندھے بھنوئیں اچکاتے داؤد کی آنکھوں میں چھائی بیزار کیفیت لمحے بھر کے لئے بدلی۔"تمہیں کیسے پتہ۔۔۔کہ وہ وہاں تھی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جب میں نے تمہیں کال کی تو کال اس نے اٹھائی تھی، وہ بہت زیادہ رو رہی تھی، اور کہہ رہی تھی کہ مجھے زبردستی کلب سے نکال کے تمہارے باس نے یہاں لا کے چھوڑ دیا، وہ پولیس کو کال کرنے والی تھی لیکن میں نے اس کی بہت منتیں کیں۔۔ میں اس کے قدموں میں گر گیا۔۔۔"

"کس خوشی میں۔۔۔" ابرو اچکا کے اس نے پوچھا۔

"تمہیں گرفتار ہوتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔۔" چہرے پر زبردستی کی معصومیت سجائے اس وقت اس ایکٹنگ پر وہ کسی ٹرافی کا حقدار تھا۔

"ہہ۔۔۔" داؤد نے سر جھٹکا۔ "تمہیں لگتا ہے میں تمہاری اس جھوٹی کہانی پر یقین کر لوں گا۔۔" اور اسے وہیں چھوڑ کے تیز تیز قدم اٹھاتا اس کمرے میں داخل ہوا جہاں وہ مل کے کام کرتے تھے۔ وہاں بھی وہ ساری چیزیں الٹنے پلٹنے لگا۔

"دیکھو۔۔۔ تم میری بات کو سیریئس نہیں لے رہے۔۔۔" اس کے عقب میں آ کے طارق نے اسے ساری چیزوں کا کو الٹتے پلٹتے دیکھا۔

"اس بوسیدہ ڈائیری سے کیا چاہئے تمہیں۔۔وہ تو کچرے کے ساتھ بھجوادی تھی میں نے ۔۔۔" بے فکر سے انداز میں کہہ کر وہ بے نیازی سے کھڑکی کی جانب بڑھا اور بلائینڈز اٹھا کے ایک نظر باہر جھانکا۔ جنکہ داؤد سلطان کے حرکت کرتے ہاتھ ساکت ہوئے۔ وہ اس کی جانب برہمی سے گھوما۔

"تمہیں میرے کمرے میں کسی چیز کو ہاتھ لگانے کی اجازت کس نے دی۔۔۔" اس کے سرد ہوتے لہجے پر وہ چونک کے پلٹا۔

"صفائی اگر اجازت لے کر کی جاتی تو آج یہاں ہماری جتنی مکڑیاں ہوتیں۔۔۔۔"

لب بھینچتے ہوئے اس نے ایک گہری سانس لی گویا امڈتے غصے کو دبانا چاہتا ہو۔

"مکڑیاں میرے لئے اتنی پرابلم کھڑی نہ کرتی، جتنی تم کرتے ہو۔۔۔"

وہ کمرے سے باہر انٹرکام کی طرف آیا تھا۔ پاس لکڑی سے بنے جوتوں کے شیلف پر رکھا ایک اے فور سائیز کا کارڈ اٹھایا۔ جس پر ہوٹل کے عملے کے نمبرز تھے۔ پھر اس نے انٹرکام پر اس کارڈ کو دیکھتے ہوئے چند نمبرز ملائے۔

"ہیلو سر۔۔۔یس۔۔میں سلطان مغربی بات کر رہا ہوں۔میرے ایک پرسنل سرونٹ نے۔۔"غصیلی نظروں سے اس نے طارق کو دیکھا۔طارق پرسنل سرونٹ کے نام پر وہ ہکا بکا رہ گیا۔"اس نے میری ایک اہم ڈائیری کچرے کے ساتھ۔۔نیچے بھجوادی تھی۔آپ چیک کر کے اس بارے میں مجھے اطلاع دے دیجئے۔۔"دوسری جانب سے جواب سن کے۔۔اس نے انٹر کام رکھ دیا۔میں چیلنج کر رہا ہوں۔۔تمہاری سزا یہ ہے کہ میرے لئے چکن ویجیز سوپ بناؤ گے۔۔۔فٹافٹ۔"حکم کرتا وہ اپنے کمرے میں غائب ہو گیا۔پیچھے طارق نے صوفے کو ایک لات ماری۔(پتا نہیں اس کھسکے ہوئے دماغ کے شخص سے اسے کب چھٹکارا ملے گا،موقع ملے تو اسے ہی قتل کر ڈالوں)۔اس کا رخ کچن کی جانب تھا۔کاونٹر پر رکھی ٹوکری سے سبزیاں نکالتے وہ مسلسل بڑبڑا رہا تھا۔چھری دھو کے اس نے کٹنگ بورڈ پر پٹخی۔کچھ ہی دیر بعد داؤد جو سفید شرٹ پر براؤن پفر کوٹ پہنے نکھرا نکھرا سا کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔اس کی نظر طارق پر پڑی جو کڑھ کڑھ کے سوپ میں چمچ ہلائے جا رہا تھا۔دفعتاً انٹر کام کی گھنٹی بجی۔اپنا سیل فون جیب میں ڈالتے اس نے ریسیور اٹھایا۔

"سر سلطان۔۔۔آر یو دیئر۔۔۔"

”یس سپیکنگ۔۔۔“اس نے جواب دیا تھا۔

”سروی آر سوری۔۔۔رومز سے نکلنے والی مختلف اشیا کو ہم ریسائکل کر دیتے ہیں،اور ڈائیریز اور کتابوں وغیرہ کو crub side policies کے مطابق curbside bin کے حوالے کر دیتے ہیں۔ہم نے ان سے بھی رابطہ کیا لیکن۔۔معذرت کے ساتھ سر۔۔ چونکہ وہ خالی تھی اور کافی پرانی تو وہ ریسائکل ہو چکی ہے۔“داؤد نے آنکھیں بند کیں ،اور دیوار پر ایک مکھا مارا۔زیر لب کچن میں کھڑے اس بڑبڑاتے شخص کو چند خوبصورت القابات سے نوازا۔جس چیز کا اسے ڈر تھا وہی ہوا۔

اس نے جیب سے سیل فون نکالا۔اور تاریخ دیکھی۔اگر ابھی اس کی جگہ کوئی اور ہوتا اور اس سب سے گزرتا جس سے وہ گزرا تھا تو شائد اتنا نارمل نہیں ہوتا۔۔لیکن یہی چیزیں تھیں جو اسے ایک عام شخص کے سامنے ممتاز بناتی تھیں۔کیونکہ اس کا کوئی رد عمل ، کبھی عام نہیں رہا تھا۔

◆◆◆

ہوٹل گرینڈ کی پارکنگ لاٹ میں کھڑی سفید گاڑی میں بیٹھے داؤد سلطان نے اپنا فون نکالا۔ اس نے کالز لاگ میں کالز چیک کی۔اور پھر آخری کی جانے والی کالز کی ریکارڈنگ سنی۔یہ پریسہ

تھی جو طارق کو جھیل پر آنے کا کہہ رہی تھی۔وہ طارق کی جھوٹی باتوں کو خوب جانتا تھا،اس کی عادت تھی ہر بات کو الٹا پیش کرنے کی۔اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چپ تھی،جو اس نے کچھ دیر قبل ایمر مرات کے پرسنل لیپ ٹاپ سے نکلوائی تھی۔اس میں وہی ویڈیو موجود تھی، جس کی وجہ سے ایمر نے پریسہ کو کلب میں بلوایا تھا۔کیا وہ اپنے باپ کو ایکسپوز کرنا چاہ رہا تھا ۔۔؟؟لیکن کیوں۔وہ سمجھ نہیں سکا۔مرات بیسیل نے شمس الدین کو دھمکی ضرور دی تھی لیکن ان کے قتل میں اس کا ہاتھ نہیں تھا یہ وہ بخوبی جانتا تھا۔اس نے سر جھٹکا اور وہ چپ کوٹ کی جیب میں ڈالی۔وہ گاڑی سٹارٹ کرنے لگا تھا کہ یکایک اس کے سر میں شدید درد سا اٹھا۔اس نے پلکیں جھپکائی۔آنکھوں میں دھندلاہٹ سی چھائی،اور کان میں ایک تیز سی کاٹتی ہوئی آواز اٹھتی چلی گئی۔اس نے تیزی سے کان پر ہاتھ رکھ کر دبایا۔جیسے درد کو کم کرنے کی کوشش کی ہو ،اور ایک دم اس کی آنکھوں میں اس عجیب و غریب دنیا کا ایک منظر ابھر آیا۔

وہ اس وقت لوگوں کے ہجوم میں تیز تیز چل رہا تھا۔ان سب کے لباس مختلف تھے۔ایسے جیسے موویز میں پندرھویں صدی کے لوگوں کے دکھائے جاتے تھے۔انہوں نے لمبے لمبے چغے اوڑھ رکھے تھے،جن کی ٹوپیاں پشت پر پھیلی تھیں۔وہ انہیں سے ملتے جلتے لباس میں تھا۔چلتے

چلتے وہ ایک پتھریلے اونچے ستون کے قریب رکا۔لوگوں کی آوازیں اونچی تھیں۔کچھ لوگ کسی اور زبان میں نعرے لگا رہے تھے۔اور وہ حیرت انگیز طور پر انہیں سمجھ پا رہا تھا۔"نکالو انہیں یہاں سے۔۔۔نکالو یہاں سے۔۔"لوگوں کی ٹولیاں اب اس وسیع دور تک پھیلے محل کے حصے پر جو کہ گول اینٹوں سے بنا تھا پر رکنے لگیں۔چاروں طرف محل کی عمارت پھیلی تھی۔ مصلح سپاہی اپنی اپنی جگہ زرہ بکتر پہنے ہتھیاروں سے لیس کھڑے تھے۔وہاں اس جگہ کے بیچ و بیچ اینٹوں سے بنی ایک اونچی سی جگہ بنائی گئی تھی۔ جس پر بڑے بڑے لوہے کے ڈنڈے نسب تھے۔وہ ان سے بندھے لوگوں کو دیکھ کر چونکا۔ان کے چہروں پر ہیبت تھی۔(یہ یہاں کیا ہو رہا تھا۔۔وہ یک لخت بے چین ہوا۔وہ ضرور کسی گہرے خواب میں تھا)۔دفعتاً اس نے پاس کھڑے بھورا سا لمبا چغہ اوڑھے ایک آدمی کو مخاطب کیا۔اس نے بے ساختہ وہی زبان استعمال کی تھی جو وہ لوگ بول رہے تھے۔یہ فارسی زبان تھی۔

"کیا آپ بتائیں گے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے؟"اس کا سوال سرگوشیانہ تھا جو اس شخص کو چونکنے کے سے انداز میں اس کی جانب مڑنے پر مجبور کر گیا۔

پھراس نے سر سے پیر تک اس کو خشمگیں نگاہوں سے گھورا۔ ”تم جانتے نہیں ہو کیا ---کیا تم بھی ان میں سے تو نہیں--“ بوڑھے کی آواز تیز ہوئی۔

”نہیں ایسا کچھ نہیں ہے-- مجھے میری ماں نے بہت سی چیزوں سے بے خبر رکھا ہے، میں کافی دور سے سفر کر کے آیا ہوں-- یہاں شہر اَھرَوان میں“

وہ آہستگی سے ٹھہر ٹھہر کے بولا، بوڑھے نے کچھ مشکوک انداز میں اسے دیکھا پھر بول اٹھا۔ "یہ جادو گر ہیں۔ سلطان سلیمان کی سلطنت میں جادو کی ممانعت ہے۔ یہ دونوں قانون کی خلاف ورزی کرتے پکڑے گئے ہیں۔ آج انہیں جلایا جائے گا، تاکہ اھروان کو جادو سے پاک کیا جاسکے۔"۔

اسے جنگل میں موجود وہ شخص یاد آیا جس نے اسے یہاں آنے کا کہا تھا۔ بقول اس کے اسے سلطان سلیمان کا خاص آدمی بننا تھا۔ تو یعنی وہ صحیح تھا۔ وہ زیر لب بڑبڑایا۔

ان دونوں جادو گروں کے پاس جمع لکڑیوں کے انبار کو دو تین آدمیوں نے آگ لگائی۔ وہ جلاد تھے شائد۔ لکڑیوں نے آگ پکڑی، ہوا میں ایک غیر مرئی کشید گی محسوس کی جاسکتی تھی۔ لوگ

خاموشی سے کھڑے تھے، کچھ کے چہروں پر سکون تھا، جیسے وہ انصاف ہوتا دیکھ رہے ہوں، اور کچھ کے چہروں پر خوف، جیسے وہ خود کسی نہ کسی دن اِس انجام کو پہنچنے والے ہوں۔"

یکایک وہ اس پس منظر سے باہر نکلا۔ کان کا درد دھیرے دھیرے کم ہوتا گیا تھا۔ اس نے گہری سانس لے کر خود کو پرسکون کرنا چاہا۔ اسے واپس جانا تھا فوراً۔ اور اسے اس کے لئے پریسہ سے اس شخص کا پوچھنا تھا، جو اسے اس دوسری دنیا میں لے جانے کا سبب بنا تھا۔

♦♦♦

اس وقت کاٹیج کے مقابل یاسمین کنعان کے گھر کی نچلی منزل کی سٹنگ روم کی کھڑکی سے اندر جھانکو تو، یاسمین کنعان صوفے پر بیٹھی اپنے سامنے چند کاغذات پھیلائے ہوئے تھیں۔ پاس ہی ان کا سیل فون پڑا تھا۔ لیکن وہ سامنے پھیلے کاغذات میں کچھ چیزیں ڈھونڈ رہی تھیں۔ پھر انہوں نے فون اٹھایا اور مرات بیسیل کے نمبر پر کال ملادی۔ دوسری جانب دو تین گھنٹیاں بجیں اور کال اٹھالی گئی۔ دونوں جانب سے حال احوال پوچھنے بتانے کے بعد وہ اصل مدعے پر آئیں تھیں۔

"میں گئی تھی ذکیہ کے گھر، بات ہو گئی ہے میری۔۔ لیکن مسئلہ سارا یہی ہے کہ پریسہ سے پوچھ گچھ کرنی پڑے گی، اگر وہ اس بات پر راضی نہ ہوئی تو یہ سب نہیں ہو پائے گا جو ہم چاہتے ہیں۔۔" بات کرتے کرتے انہوں نے سامنے رکھا ایک لفافہ اٹھایا،

"جو آپ کو چاہیئے تھا وہ مجھے مل گیا ہے۔ بس خط ایسے انداز میں لکھا جانا چاہیئے گویا وہ انکل نے ہی لکھا ہو، پریسہ کو کوئی شک نہ ہو۔۔"

پھر انہوں نے دوسری جانب سے مرات بسیل کو سنا۔

"مرات بہت دھیان سے ہونا چاہیئے سب کچھ۔۔ غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہے"

یاسمین کنعان کا لہجہ فکریہ تھا۔ دوسری جانب سے تسلی ملنے پر ان کے چہرے پر چھائی فکر کچھ مدھم ہوئی۔ دل مطمئن سا ہوا تھا۔ انہوں نے سارا معاملہ مرات سے ڈسکس کیا تھا۔ اور وہ فوراً ان کی مدد کو تیار ہو چکے تھے۔ ذکیہ جانتی تک نہ تھی کہ وہ کسی کے ہاتھوں بے وقوف بن رہی ہے۔ یاسمین کنعان خفیف سی مسکرائیں۔ اور پھر کاغذات سمیٹ کے اٹھائے اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

◆◆◆

گیسٹ ہاؤس کی عقبی گول اینٹوں والی دیوار میں اندر بنے کمروں کی کھڑکیاں باہر کی جانب کھلتیں تھیں۔ کھڑکیاں پرانی مضبوط لکڑی کی تھیں اور دونوں پٹ پرانے ڈیزائن کے تھے۔ ان میں سے ایک کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور اس پر پھیلے پردے آج سمٹے ہوئے تھے۔ کمرے کے اندر پریسہ کا فرنیچر سیٹ تھا۔ یہ کمرہ کاٹیج والے کمرے جتنا بڑا تو نہیں تھا لیکن اتنا چھوٹا بھی نہیں تھا۔ وہ اپنے کمرے کی خوبصورت بالکنی کو مس کرتی تھی۔ وہ جانتی تھی، کچھ چیزیں اس کے نصیب میں نہیں تھیں، اور وہ ان کے لئے لڑ نہیں سکتی تھی۔ نتیجتاً اسے صبر اور شکر کرنا تھا ان سب پر جو اس کے پاس موجود تھا۔ اب وہ اس صبر کی عادی ہونے لگی تھی۔ شروع شروع میں یہ کڑوی حقیقتیں ہضم کرنا مشکل تھیں۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ذہنی سکون کے لئے ان سے سمجھوتہ کرنے لگی تھی۔ اس سب کا جو فائدہ اسے مل رہا تھا وہ یہ تھا کہ اس کی شخصیت میں بہت آہستہ ہی سہی لیکن ٹھہراؤ آنے لگا تھا۔ دل زخمی تھا، لیکن ان زخموں کو قبول کر کے وہ خود کو اس درد سے بچانے کی کوشش کر رہی تھی جو ناقابل برداشت تھا۔ اس وقت اس کے کمرے کی کھلی کھڑکی کے پاس اس کی رائٹنگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی۔ اس پر ایک طرف لیمپ، لیپ ٹاپ، اور سٹکی نوٹس رکھے تھے۔ بستر پر اس نے اپنا لانگ کوٹ اور مفلر رکھا ہوا تھا، اور پاس ہی اس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بیگ رکھا تھا۔اسے کچھ ہی دیر میں لائبریری جانا تھا،اس کی جاب کا وقت ہونے والا تھا۔ لیکن اس سے پہلے اس نے اس کتاب کو دیکھنا چاہا تھا۔ ٹیبل پر رکھی کھلی کتاب کے کسی صفحے کو وہ گوگل پر سکین کر رہی تھی۔(نجانے یہ کون سی زبان تھی۔۔ جسے وہ سمجھنے اور پڑھنے سے قاصر تھی) گوگل نے ٹیکسٹ کو سکین کیا۔اس نے ٹرانسلیٹ کے بٹن کو دبایا اور بوسنین لینگوتج پر کلک کیا۔ ٹیکسٹ ٹرانسلیٹ ہوا تو اس نے اس کے اوپر نظریں جمائیں۔پتلیاں سکڑی ہوئی تھی۔فون ہاتھ میں تھامے وہ چونک سی گئی۔Persian to Bosnian، گوگل نے زبان پہچان کر فوراً سے بتایا ۔اس کی بڑی سیاہ آنکھوں میں حیرانی ہلکورے لینے لگی۔اس نے چہرے پر آئی لٹ کان کے پیچھے اڑسی۔ "یہ کتاب فارسی زبان کی ہے۔۔۔" وہ بڑبڑائی۔(یعنی مجھے اسے گوگل ٹرانسلیٹ کے ذریعے پڑھنا ہوگا)۔اس نے اس کا ٹرانسلیٹڈ ٹیکسٹ پڑھنا شروع کیا۔

"کبھی کبھی جنگلات سے گزرتے ہوئے، تمہیں محسوس ہوگا کہ وہاں کچھ رقص کر رہا ہے، بالکل قریب تمہارے آس پاس جیسے کوئی تمہارے پیچھے ہو کسی سائے کی مانند۔کچھ چیزیں تمہارے خون میں شامل ہیں،جو ان سایوں کو تمہاری جانب راغب کرتی ہیں،اس سے پہلے کے وہ تم تک پہنچ جائیں اور مزید تباہی مچائیں، تمہیں اسی راستے سے وہاں لوٹ آنا ہے، جہاں سے

تمہیں لے جایا گیا ہے، جہاں بہت سے لوگ تمہارے منتظر ہیں، یہ امید لئے کہ تم ویسے ہی ان کی مدد کرو گی جیسے تمہاری ماں نے کی تھی۔"

وہ بدک کے کرسی دھکیل کے کھڑی ہوئی۔اس نے فون ٹیبل پر پرے پھینکا،اور وہ کتاب جھٹکے سے بند کر دی۔(یہ کتاب اسے کیوں مخاطب کر رہی تھی، یہ اتنی پرانی کتاب جس کے صفحات کئی سال پرانے لگتے تھے، یہ اسے کیوں مخاطب کر رہی تھی)اس کی عقل، دماغ اور دل کام چھوڑنے لگے تھے۔(کیا شامل ہے میرے خون میں جو انہیں میری طرف بلاتا ہے ۔۔۔کون ہے یہ "انہیں۔۔"ایلف حانم بھی بار بار یہی کہتی ہیں۔۔)۔انکشافات پر انکشافات، یہ کیسا نا ختم ہونے والا سلسلہ تھا،اس کے جسم کا رواں رواں اسے محسوس ہونے لگا۔اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔اس نے ایک نظر گردن گھما کر دروازے کو دیکھا۔پھر ٹیبل پر رکھی کتاب دراز میں ڈال دی اور دروازے کی جانب چند قدم چل کر دروازہ کھول دیا۔اس کی نظر ایلف پر پڑی جو اسے دیکھتے ہی تیزی سے کمرے کے اندر آئی۔

"تم سے کوئی ملنے آیا ہے پریسہ۔۔۔"۔

"کون۔۔۔؟؟"پریسہ کی بھنوئیں اکھٹیں ہوئیں۔

"داؤد سلطان۔۔۔!!" ایلف حانم نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔آنکھوں میں سر اٹھاتے خدشات تھے۔

"کیاآپ اس سے ملیں؟؟"

"نہیں۔۔"انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔"میں نے اسے دور سے ہی آتے دیکھ لیا۔"

"اچھا کہاں۔۔۔باہر ہے۔۔؟؟"وہ چونکتے ہوئے آگے بڑھی ہی تھی جب ایلف حانم نے بازو سے پکڑ کے اسے پیچھے کھینچا۔

"تمہیں یاد ہے نا۔۔۔کچھ نہیں بتانا اسے۔۔"وہ سیدھا اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھیں،انداز سرگوشیانہ سا تھا،پریسہ نے ان کی آنکھوں میں خوف کی سر اٹھاتیں پرچھائیاں دیکھیں۔"اور اسے کہ دو تم اس سے مزید ملنا نہیں چاہتی یہ سلسلہ یہیں پر ختم کر دو۔۔اسے کہو کہ دوبارہ یہاں نہ آئے۔۔نہ ہی کبھی تمہارے آس پاس دکھے۔۔۔"انہوں نے تادیبی انداز میں سر کو ایسے جنبش دی گویا اس سے جواب چاہتی ہو۔

”ٹھیک ہے۔۔۔“ بازو پر رکھا ان کا ہاتھ تھپتھپا کر اس نے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ ”لیکن۔۔۔ لیکن مجھے اس سے کیوں نہیں ملنا چاہئے۔۔۔ یہ نہیں بتایا آپ نے۔۔۔“۔

ایلف نے چہرہ پلٹا کے کمرے کے کھلے دروازے کی جانب دیکھا۔ اور گردن میں پھنسے گولے کو بدقت نگلا۔ ان کے شہد رنگ بال پیچھے گردن پر ڈھیلے جوڑے میں بندھے ہوئے تھے۔ چہرہ کمزوری کے باعث زردی مائل سفید سا تھا، چہرے پر ڈھلتی عمر کی نشاندہی کرتی ابھرتی جھریاں تھیں۔

”۔۔۔ تم جانتی ہو ارد گرد کے لوگ غلط اندازے لگاتے ہیں۔۔۔ اسی لئے۔۔۔ تمہیں۔۔“ پریسہ ان کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے گردن پیچھے گرا کے زور سے ہنس پڑی۔ ”حانم آپ بھی کیا بات کر رہی ہیں۔۔ غلط اندازے کیوں لگائیں گے جب کچھ ہے ہی نہیں تو“ کہتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ پریشان چہرہ لئے ایلف نے اس کے پیچھے قدم بڑھا دئے۔ وہ گیسٹ ہاؤس کے ادھ کھلے دروازے جسے پریسہ کھلا چھوڑ گئی تھی، اسے عقب سے بند کرتے کرتے اس نے ہلکی سی درز چھوڑ دی، اس نے باہر جھانکا۔ اسے لگا گویا کوئی اس کے دل کو مسل رہا ہو، ماضی

کے زخم کھرچنے لگا ہو، وہ ہو بہو اپنے باپ کی تصویر تھا۔ وہیں آنکھیں وہی قد، چہرے پر مغرور سا تاثر۔۔لبوں سے نکلتی بے ساختہ سسکی کو روکنے کے لئے وہ اندر بھاگ گئی۔ اور اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے، ہچکیوں سے رو دی، اس نے احتیاطاً دروازے کو اندر سے لاک کر دیا مبادا پریسہ آکر اسے اس حالت میں نہ دیکھ لے۔ باہر گرین ہاؤس کے شیشوں سے اندر ہرے بھرے تازہ پودوں پر پڑتی نرم دھوپ اس سردی میں ان کے لئے کسی بڑی نعمت سے کم نہ تھی۔ وہ بھورے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے ادھر ادھر کا گہری نظروں سے جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے قدموں کی آواز پر آہستگی سے پلٹا۔ سرخ رنگ کی شرٹ اور سیاہ ٹراؤزر میں اس کی رنگت صاف لگ رہی تھی۔ شہد رنگ بال بڑے سے کیچر میں لپیٹے، چہرے کے دائیں بائیں چند آوارہ لٹیں گری تھیں۔ پریسہ نے اسے دیکھا، اس کے سیاہ بال ہمیشہ کی طرح ماتھے پر بکھرے پڑے تھا، داؤد نے اسے دیکھ کر ایک گہری سانس لی جو ہوا میں بھاپ بن کے تحلیل ہو گئی۔

"سلام۔۔۔ کیسی ہو۔۔" وہ جانتی تھی وہ کیا پوچھنے والا تھا۔ اس نے سر اثبات میں ہلا یا۔

"ٹھیک ہوں۔۔۔ تم اس دن۔۔۔" وہ بے صبری سے گویا ہوئی۔ وہ اس کے سوالات سے بخوبی واقف تھا۔

"تم وہاں۔۔۔ جھیل میں غائب ہو گئے تھے۔۔میں نے تمہیں بہت آوازیں دی تھیں، کیا تم نے سنی تھیں۔۔۔ تم کہاں تھے،،اتنے کم پانی میں تم کیسے غائب ہو گئے۔۔" بے صبری میں اس نے ایک ساتھ کئی سوالات کر ڈالے۔

داؤد سلطان نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر دائیں طرف قطار در قطار بڑے بڑے گملوں کو۔

"شائد تم یقین نہ کرو لیکن میں کسی اور جگہ پہنچ گیا تھا۔۔۔"اس کی آنکھیں اس پر جمی ہوئی تھیں۔

"کیسی جگہ۔۔پانی کے نیچے کونسی جگہ ہو گی۔۔"وہ آنکھوں میں بے یقینی لئے جلدی جلدی بولی۔

"نہیں پانی کے نیچے نہیں، پانی صرف ایک ذریعہ تھا، مجھے وہاں تک لے جانے کا، میں اب تک حیران ہوں، یہ سب کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ لیکن تم اور میں۔۔۔"اس نے بھوری میز سے ٹیک لگا کے ہاتھ سینے پر باندھے۔"ہم دونوں کا اس سب سے کوئی گہرا تعلق ہے۔۔۔"(وہ

بہت سی باتیں چھپا گیا تھا، شائد وہ وہیں بے یقینی سے بے ہوش ہو جاتی)۔تم مجھے اس اجنبی شخص کا بتاؤ، جس نے مجھے وہاں بھیجا تھا۔

پریسہ چونکی،(وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس شخص نے اسے وہاں بھیجا تھا)۔"میں سمجھی نہیں تمہارا اس سے کیا کام۔۔؟؟،"آنکھیں سوالیہ تھیں۔

"وہ سب چھوڑو۔۔"اس نے اس کی بات کو نظر انداز کیا۔"مجھے اس شخص سے ملنا ہے"

"لیکن کیوں۔۔۔ایسا کیا ہے۔۔"پریسہ نے ابرو اچکائی۔"اور میں اس شخص کو نہیں بلا سکتی ،وہ کہی بھی بن بلائے آجاتا ہے۔۔مجھے نہیں معلوم اسے کیسے بلانا ہے۔۔۔"پھر وہ ہڑبڑائی۔

"ایک منٹ۔۔۔اس نے ہاتھ ہوا میں اٹھایا۔۔کہیں تم واپس تو نہیں جانا چاہتے۔۔۔"اس کا ہاتھ بے یقینی سے منہ پر جما۔داؤد سلطان نے اپنے جوتوں کو دیکھا،اور پھر گرین ہاؤس کے دروازے کو۔

"تو تم یہی چاہتے ہو۔۔۔پاگل ہو گیا تم۔۔وہ جگہ خطرناک ہے۔۔۔"داؤد نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اس کو دیکھا۔پھر ایک ابرو اٹھائی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"لگتا ہے تمہارے پاس پہلے سے ہی کافی معلومات ہیں۔۔" میز سے ٹیک ہٹا کے اس نے اس کی جانب چند قدم اٹھائے۔اس کا قد لمبا تھا،وہ اس کی جانب تھوڑا جھکا۔آنکھیں ایک دم سے تفتیشی انداز میں اس کے چہرے کا طواف کرنے لگی۔وہ ایک دو قدم پیچھے ہٹی۔

"تم میری بات پر اتنا حیران بھی نہیں ہوئی جتنا تمہیں ہونا چاہئے تھا۔۔۔یعنی تم جانتی ہو کچھ ۔۔تم اچھی اداکاری نہیں کر سکتی پریسہ کنعان۔۔تو مجھے بتاؤ۔۔کتنا جانتی ہو تم۔۔۔"

"میں نہیں جانتی کچھ۔۔۔" وہ تڑخ کر بولی۔"تم اوور سمارٹ بن رہے ہو۔۔"اس کی بات پر وہ خفیف سا مسکرایا۔

"میں تمہیں بہت سی ڈیٹیل دے سکتا ہوں،۔۔" جتاتی نظروں سے پریسہ کو دیکھا۔

"مجھے کسی قسم کی ڈیٹیل نہیں چاہئے۔۔بہت شکریہ۔۔تم جا سکتے ہو اب۔۔"

داؤد نے ایک نظر گیسٹ ہاؤس کے بھاری دروازے کو دیکھا،اور پھر پریسہ کو۔

"تمہارے ساتھ یہاں کون رہ رہا ہے۔۔۔" پریسہ نے الجھن بھری نظریں اس کی جانب اٹھائیں۔"تمہیں اس سے مطلب۔۔۔"

"جو بھی ہے۔۔ مسلسل ہماری باتیں سن رہا ہے، یہاں باہر کیوں نہیں آتا۔۔" پاس پڑی کرسی دھکیل کر وہ اس پر بیٹھا، اور ٹانگ پر ٹانگ جمائی۔ پریسہ ایکدم دروازے کی جانب پلٹی۔ اندر کھڑی ایلف جو کچھ دیر پہلے کمرے سے واپس آکے وہاں کھڑی ہو چکی تھی۔ ایک دم اچھلی۔ پریسہ اسی جانب آرہی تھی۔ اس نے دروازہ پر دباؤ ڈال کے اسے کھولا۔ اور ایلف کو دیکھ کے کچھ حیران ہوئی۔

"آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں حانم۔۔۔" اس نے کچھ حیران سی ہو کے ان کی اڑتی ہوئی رنگت دیکھی۔ کرسی پر بیٹھے داؤد نے گردن ترچھی کر کے پریسہ کے عقب میں جھانکنا چاہا۔

"آپ اتنی پریشان کیوں ہیں۔۔۔" اب کے اس نے دروازہ پورا کھول دیا۔ وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹی۔ "پریسہ یہ دروازہ بند کرو۔۔۔"

"وہ کوئی بھوت نہیں ہے آپ اس سے ایسے ڈر کیوں رہی ہیں۔۔۔" وہ حق دق ان کے رویے کو جانچ رہی تھی۔

انہوں نے جھٹکے سے اسے اندر دھکیلا۔اور اس کے دونوں بازو تھامے۔"پریسہ یہ ہم دونوں کو مار دے گا،میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو تم کچھ نہیں جانتی۔۔۔اس کو یہاں سے جانے کا کہو۔۔"

"اوہ ایلف خانم۔۔۔کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔"اس نے انکا ہاتھ پکڑا اور باہر اپنے ساتھ زبردستی لے آئی۔"آیئے آپ میرے ساتھ۔۔۔"

"پریسہ تم سمجھ نہیں رہی۔۔۔میں۔۔"انہوں نے ہلکی سی مزاحمت کی تھی۔لیکن پھر خود ہی چوکھٹ سے باہر آگئیں۔ان کی جانب دیکھتے داؤد سلطان۔۔آنکھوں پر پڑتی دھوپ کے باعث پتلیاں سکیڑ کر اس جانب دیکھا۔اور اگلے لمحے اسے لگا جیسے اس کے اوپر بجلی گری ہو۔(یہ عورت یہاں کیا کر رہی تھی۔۔)،وہ بے ساختہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔آنکھوں میں عجیب سا احساس لئے وہ دم بخود سا اسے دیکھ رہا تھا۔وہ اس چہرے کو اچھی طرح جانتا تھا۔یہ وہی تھی۔وہی ہرنی جسے اس نے انسان بنتے دیکھا تھا۔وہ کچھ جھجکتے ہوئے پریسہ کے ہمراہ قدم اٹھاتے اس کے قریب آرکی۔

"یہ میرے دیدا کی جاننے والی ہیں، یہی رہتی ہیں میرے ساتھ، اور یہ باہر جارہی تھیں گروسری لینے، ہماری باتیں نہیں سن رہی تھیں۔" ان کے ہاتھ میں تھامی ٹوکری کی جانب اشارہ کرتے اس نے سادگی سے مسکراتے ہوئے داؤد کو دیکھا۔ جو یک ٹک اس عورت کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے سر کا اثبات میں جنبش دی۔ اور سرسری سا سلام کہا۔ پریسہ نے اس کے لئے دئے انداز پر کچھ ناگواری سے اسے دیکھا۔

ایلف خانم سانس روکے اس نوجوان کو دیکھے جارہی تھی۔ یک لخت اسے لگا جیسے وہ اس کے باپ کے سامنے کھڑی ہو۔ اس کا نقش نقش ان کے جیسا تھا۔ پھر وہ ایکدم چونکی۔ جیسے خود کو قابو میں کیا ہو۔ "میں چلتی ہوں۔۔۔ مجھے گراسری کرنی ہے۔۔" داؤد نے کوئی تاثر نہیں دیا، جبکہ پریسہ نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلا کے انہیں بائے کہا تھا۔ ایلف خانم نے جیسے ہی گرین ہاؤس کے باہر قدم رکھا۔ داؤد کا ٹرانس گویا ٹوٹا تھا۔

"یہ عورت تمہارے پاس کیوں رہ رہی ہے۔۔۔" اس کا لہجہ تیز سا تھا۔

"بتایا تو میرے دادا کی جاننے والی ہیں۔ اور انکا نام ایلف خانم ہے۔۔۔ تم انہیں ایسے مخاطب نہ کرو۔۔" ماتھے پر شکنوں کا جال پھیلاتے اس نے داؤد سلطان کو درست کیا۔

"یہ عورت جیسی دکھتی ہے ویسی نہیں ہے۔۔۔یہ۔۔یہ کچھ اور ہے،اس کا روپ بدلتا رہتا ہے۔"

تو وہ جانتا تھا۔پریسہ نے ہونٹ کا کنارا بے دردی سے کھجایا۔اور خشک لبوں کو تر کیا۔

"یہ تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔۔میری بات سنو۔۔۔تم شائد اس کے ہاتھوں بے وقوف بن رہی ہو۔۔"

اسنے سپاٹ نگاہوں سے اسے دیکھا۔وہ اسے ایلف سے بچنے کو کہہ رہا تھا۔اور ایلف حانم اسے داؤد سے بچنے کو کہہ رہی تھیں۔دونوں ایک دوسرے کے خلاف تھے۔اس نے اس دن شائد ایلف حانم کی سچائی دیکھ لی تھی،لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ پریسہ کنعان کی سچائی بھی وہی تھی۔اس نے پلکیں جھپک کر آنکھوں کی نمی کو اندر دھکیلا۔

لیکن ایلف حانم اسے اس سے بچنے کا کیوں کہہ رہی تھیں،شائد اس کے پیچھے کوئی ٹھوس وجہ ہو۔اور اگر وہ ان کی سچائی جانتا تھا تو اسے یہاں نہیں آنا چاہیئے تھا۔ضرور ایلف حانم کے خوف کے پیچھے کوئی وجہ تھی۔

www.novelsclubb.com

"تم سمجھ رہی ہو میری بات۔۔۔" اس کی جھنجھوڑتی بھاری آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی اور وہ سوچوں کی بحث سے باہر نکل آئی۔

"تم ان کے بارے میں فضول باتیں مت کرو۔۔" اس کا لہجہ تیز تھا۔ "میں انہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔۔اور تمہیں مجھے بار بار یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں۔ میں تمہیں اس جھیل تک لے جانا چاہتی تھی جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، اور جس شخص سے تم ملنا چاہتے ہو مجھے اس کا کوئی اتا پتا نہیں۔"

وہ سنجیدگی سے اسے بولتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"تم اس دن مجھے وہاں ہوٹل سے بھی زبردستی باہر لے کر آئے۔۔۔ مجھے اس طریقے کے بی ہیوئیر زپسند نہیں ہیں۔" وہ چبا چبا کے بول رہی تھی۔ اور اس کا چہرہ غصے سے گلابی پڑھ رہا تھا۔ اسے خود اندازہ نہیں تھا وہ اتنے غصے میں کیوں آ گئی تھی۔ شائد اس کے یہ بولنے پر کہ ایلف کا روپ وہ نہیں جو دکھ رہا ہے یا شائد یہ جتانے پر کے وہ کسی کی بھی باتوں میں آ سکتی ہے۔ کیا وہ اسے کوئی چھوٹی ڈری سہمی بچی سمجھ رہا تھا، یا پھر اگر وہ ایلف کو غلط سمجھ رہا تھا، ان کی کوئی کہانی جانے بغیر تو وہ اسے بھی کبھی غلط سمجھ سکتا تھا۔

"تم بار بار مجھے یہ بتانے کی کوشش کر رہے ہو جیسے میں ناسمجھ ہوں یا بے عقل ہوں۔۔۔"

وہ تو تم ہو اس میں ذرہ برابر کوئی شک نہیں۔اس نے بے نیازی سے کندھے اچکائے گویا اس کی کسی بات کا اس پر اثر نہیں ہوا تھا۔پریسہ کا چہرہ لال ہو چکا تھا۔جبکہ داؤد سلطان پر سکون چہرہ لئے، لمحے بھر میں اس کے چہرے پر بدلتے ہوئے ہزاروں تاثرات کو دیکھ رہا تھا۔پریسہ نے لب بھینچے،اور آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس لے کر خود کو پر سکون کرنا چاہا۔لیکن غصہ کم ہونے کے بجائے تیز ہوتا گیا۔

"نکلو میرے گھر سے۔۔۔"خونخوار آنکھیں اس پر جمائے اس نے غراتے ہوئے کہا۔اور وہ دم بخود رہ گیا۔"تم اتنی بد تمیز کیسے ہو سکتی ہو۔۔ان بلیوایبل۔۔"(اس نے پہلی دفعہ اپنے سامنے کسی لڑکی کو ایسے رویہ اپناتے ہوئے دیکھا تھا)

"جب تم ہو سکتے ہو تو میں کیوں نہیں۔۔۔"وہ اس کے قریب آئی،اور وارنگ کے انداز میں انگلی اٹھائی۔"اگر تم نے مجھے سٹاک کرنے کی کوشش کی،یا میرے کسی معاملے میں دخل دیا تو میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گی۔۔"

www.novelsclubb.com

اس نے ہونٹ گول کرتے ہوئے مصنوعی ڈر چہرے پر تاری کیا۔اور بھنوئیں پھیلائیں۔اور چہرے کے سامنے پریسہ کی انگلی کو ہاتھ کی پشت سے پرے دھکیلا، گویا ناک سے مکھی اڑائی ہو۔

"جب تک میرا مسئلہ سالو نہیں ہوتا،تب تک میں یہاں آؤں گا۔جہاں تک باقی معاملات کی بات ہے،اس کے لئے جیسا کہ تم نے کہا تم سمجھدار ہو، ٹھیک ہے میں ان میں کوئی عمل دخل نہیں دوں گا۔مجھے صرف اپنی پرابلم سے غرض ہے۔اگر وہ شخص تمہارے سامنے آئے تو اسے بول دینا کہ مجھے وہیں واپس جانا ہے جہاں اسنے مجھے بھیجا تھا۔وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔اور وہ آگ برساتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔دفعتاً اس کی آنکھوں کا رخ بدل،اسے لگا اس نے کوئی سایہ دیکھا تھا جو وہاں سے گزرا تھا۔وہ اس کی آنکھوں کے بدلتے رخ پر آہستگی سے پیچھے پلٹا۔لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔البتہ وہی کرخت آواز ان کے ارد گرد گونجی۔

"تمہیں وہاں میں نہیں لے کر گیا تھا نوجوان، تمہیں اس لڑکی سے پوچھنا چاہئے،شائد اس کا جواب اس کے پاس ہو،"

پریسہ کو لگا اس کا دل حلق تک آگیا ہو۔کسی سرد لہر نے اسے اندر تک منجمند کر دیا۔

"تم سامنے کیوں نہیں آتے۔۔" داؤد سلطان نے ارد گرد دیکھتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔اور اس کی نظر گیسٹ ہاؤس کے دروازے پر کھڑے اس بوڑھے کبڑے پر ٹھہر گئی۔اس نے پیروں تک آتا مٹیالا سالباس پہن رکھا تھا۔بال ملگجے سفید تھے۔پریسہ اس کی نظروں کے تعاقب میں پلٹی

۔

"یہ لڑکی تم سے کچھ چھپا رہی ہے سلطان۔۔" اور اسی لمحے وہ کسی دھنوئیں کی مانند غائب ہوا تھا۔وہ دونوں حق دق کھڑے تھے۔پھر دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔پریسہ نے گردن میں ابھرتی گلٹی کو نیچے دھکیلا۔اور مٹھیاں زور سے بھینچیں۔

(وہ مر کر بھی اس بات کا اعتراف نہیں کرے گی۔۔۔وہ بہت سی حقیقتوں سے انجان تھی، لیکن وہ ایلف حانم کی اس بات کو کبھی نہیں جھٹلا سکتی تھی۔"

چند قدم کے فاصلے پر کھڑے داؤد سلطان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"مجھے نہیں پتہ یہ بڈھا کیا کہہ رہا ہے، میں کیسے جانوں گی بھلا۔۔ تم جا سکتے ہو۔۔ میں مزید کوئی بحث نہیں چاہتی۔۔" دفعتاً گرین ہاؤس کے دروازے پر کھٹکا ہوا۔پریسہ نے اس جانب دیکھا وہاں یاسمین کنعان مشکوک نظروں سے ان دونوں کو تک رہی تھیں۔انہوں نے ان دونوں کی

www.novelsclubb.com

جانب قدم اٹھائے، بھنوئیں تن سی چکی تھیں۔وہ مسلسل نظریں داؤد پر ٹکائے ہوئے تھیں۔ ہاں وہ اسے دیکھ کر متاثر ضرور ہوئی تھیں لیکن یہ تاثر انہوں نے چہرے پر آنے نہیں دیا۔ان کی عمیق نگاہیں فضا میں پھیلے اس تناؤ کو محسوس کرنے کی کوشش میں تھیں۔

"یہ لڑکا کون ہے۔۔۔" سخت لہجے میں کہہ کر انہوں نے پریسہ کی جانب دیکھا۔جبکہ داؤد سینے پر ہاتھ باندھے ان کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔

پھر اس نے پریسہ کی جانب سے اپنا رخ یاسمین کنعان کی جانب موڑا، کچھ دیر ان کے تاثرات جانچے اور اسی پل اس کے چہرے پر ایک دلفریب سی مسکراہٹ پھیلی۔یاسمین اس کی مسکراہٹ پر پہلو بدل کر نا سمجھی سے پریسہ کو دیکھ کر رہ گئیں،ان کی نظریں تجسس اور کسی اندیشے کے زیر اثر تھیں۔

"یقیناً یہ تمہاری مام ہیں۔۔۔" اس نے تائید چاہتی نظروں سے پریسہ کو دیکھا اور پھر یاسمین کنعان کو، اور پھر سر کو ذرا خم دے کر "مرحبا" کہا۔پریسہ اس کے بدلتے رویے پر چونک سی گئی ۔دماغ میں کچھ غلط ہو جانے کی گھنٹی بجنے لگی۔یاسمین کنعان دونوں کو باری باری دیکھ رہی تھیں ۔پریسہ کچھ بولنے لگی تھی کہ وہ بول پڑا۔

www.novelsclubb.com

"تم نے ابھی تک گھر میں نہیں بتایا، اور یہاں میں انگیجمنٹ رنگز ڈھونڈ رہا ہوں۔۔۔" اس کے چہرے پر پھیلے شاک نے اور اس کی بات نے گویا پریسہ کنعان پر بجلی گرائی۔ وہ پہلے پہل کچھ سمجھی نہیں اور گم سم کھڑی غائب دماغی سے اسے دیکھے گئی، جیسے اس نے کچھ سنا نہیں تھا۔

یاسمین کنعان کے چہرے پر پھیلا تجسس ایکدم حیرت اور پھر الجھن میں تبدیل ہوا۔ پریسہ ایک دم جیسے ہوش میں آئی۔

"یہ کیا کہ رہے ہو تم۔۔۔ ہوش میں ہو۔۔" وہ بلبلائی۔ "مام ایسا کچھ نہیں ہے۔۔"

"واٹ دا ہیل۔۔۔" وہ ایکدم سنجیدگی سے باآواز بلند بڑبڑایا۔ "تو تم سیرئیس نہیں تھیں۔۔۔؟؟ اتنے وقت ہمارا ریلیشن رہا اور تم ایسے بی ہیو کر رہی ہو"

وہ اس کی ایکٹنگ پر ہکا بکا کھڑی تھی۔ وہ ایسے کیوں کر رہا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

یاسمین کنعان کو جھٹکا سا لگا، یہ شخص کہاں سے آٹپکا، وہ ایک دم فکرمندی سے گومگو کیفیت میں ان دونوں کو لڑتے دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے اس کا بازو پکڑا اور ایک طرف کھینچا۔

"کیا یہ سچ کہ رہا ہے۔۔۔ بتاؤ۔۔"

”نہیں مام ایسا کچھ ہے ہی نہیں یہ جھوٹ بول رہا ہے۔۔۔۔ہم دونوں کے بیچ ایسا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔۔۔“ وہ پریشان چہرہ لئے شاک کے عالم میں بولی۔وہ اب پر سکون سا کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔پریسہ نے اسے دیکھا،اس کے پر سکون چہرے کو دیکھ کر اس کا دل چاہا وہ اس کا منہ نوچ لے۔وہ تیزی سے اس کی جانب آئی۔”تم ایسا کیوں کر رہے ہو داؤد سلطان ۔۔“

”آنٹی کیا آپ کو میں غلط لگتا ہو۔۔۔کیا آپ کو لگتا ہے مجھے لڑکیوں کی کمی ہو گی؟؟ جو میں یوں جھوٹ کہوں گا۔۔“ وہ بولا تو یاسمین کنعان نے ان دونوں کو تلملا کے دیکھا۔چاہے وہ سچ کہہ رہا تھا یا نہیں،فی الحال اس سب کا سچ ہونا ان کے منصوبے پر پانی پھیر دینے جیسا تھا۔وہ اب بولیں تو ان کا لہجہ سخت تھا۔

”معذرت چاہتی ہوں بیٹا،لیکن شائد تمہارے احساسات یک طرفہ ہیں،اگر کچھ ایسا ہوتا تو پریسہ سب سے پہلے مجھے بتاتی،“۔انہوں نے پریسہ کا کندھا تھپتھپایا۔”تم یہاں سے جا سکتے ہو ۔۔“لہجہ دوٹوک تھا۔داؤد سلطان کی آنکھیں کچھ جتاتی ہوئی ان پر جمی تھیں۔یاسمین کنعان غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔جو کچھ بھی تھا اس شخص کے بارے میں،وہ انہیں مشکوک کر رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں واپس آؤں گا لیکن انگیجمنٹ رنگ کے ساتھ، اور پلیز اسے کوئی الٹی سیدھی پٹیاں مت پڑھائے گا، میں اس سے محبت کرتا ہوں، اور میں اپنی محبت کو چھوڑ نہیں سکتا مجبور ہوں۔۔"

اس نے سنجیدگی سے بولتے ہوئے کندھے اچکائے اور بھرپور ایکٹنگ کرتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھنے لگا۔ "رکو۔۔۔" وہ تیز لہجے میں للکاری۔ اس کے قدم رکے لیکن وہ پلٹا نہیں۔ وہ یاسمین کنعان کی گرفت سے اپنا بازو چھڑواتے ہوئے اس کے پیچھے آئی اور اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"تم نے شائد مجھے بھی اپنا نوکر سمجھ رکھا ہے، لیکن تم جیسے غنڈوں کو برداشت کرنا نہیں سر پر چڑھانا ہے۔۔ اور میں تمہارے نوکروں کی طرح تمہیں سر پر نہیں چڑھاؤں گی۔۔۔ تمہیں شائد ابھی تک کسی نے تمہاری اوقات یاد نہیں دلائی۔۔۔" اونچی آواز میں کہتے اس کی گردن کی نسیں ابھر سی گئی، چہرہ آگ اگل رہا تھا۔ دفعتاً اس کا ہاتھ اٹھا اور اس سے پہلے کے وہ داؤد کے چہرے پر پڑتا۔ اس نے اسی وقت اس کی کلائی تھامی۔ پیچھے کھڑی یاسمین کنعان اس کے رویے پر گویا بے ہوش ہونے کو تھی۔ لیکن چند قدم کے فاصلے پر کھڑی پریسہ کنعان کی آنکھیں انگاروں سی جل رہی تھیں۔ جبکہ داؤد سلطان کسی بھی تاثر سے عاری اسے گھور رہا تھا۔

"تم جیسا گرا ہوا انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔۔۔"

"اب دیکھ لیا نا۔۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ "تم جانتی ہو سب کچھ۔۔۔ میرا مسئلہ حل کر دو۔۔ مجھے بتاؤ میں وہاں پانی میں کیسے غائب ہوا تھا ورنہ میں ایسے ہی پیش آؤں گا۔ اور دو تین دن میں پورا محلہ جان جائے گا کہ میں تم سے کتنی شدید محبت کرتا ہوں۔" وہ بے نیازی اور پوری سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"یعنی تمہیں شرم نہیں آئی گی اس چیز کا ڈھنڈورا پیٹتے ہوئے جو حقیقت ہے ہی نہیں۔۔" اس کی آنکھوں میں غم و غصے کی لہریں اٹھنے لگیں۔

"نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔۔"۔ وہ ہٹ دھرمی سے کہتا اس کی آنکھوں میں بنا کسی شرمندگی کے جھانک رہا تھا۔

(جاری ہے۔۔۔۔۔۔)

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: